کہانیاں

از:

ہانس کریسٹین آنڈرسن

۲۰۰۵ء

URDU

کہانیاں
از:
ہانس کریسٹین آنڈرسن
۲۰۰۵ء

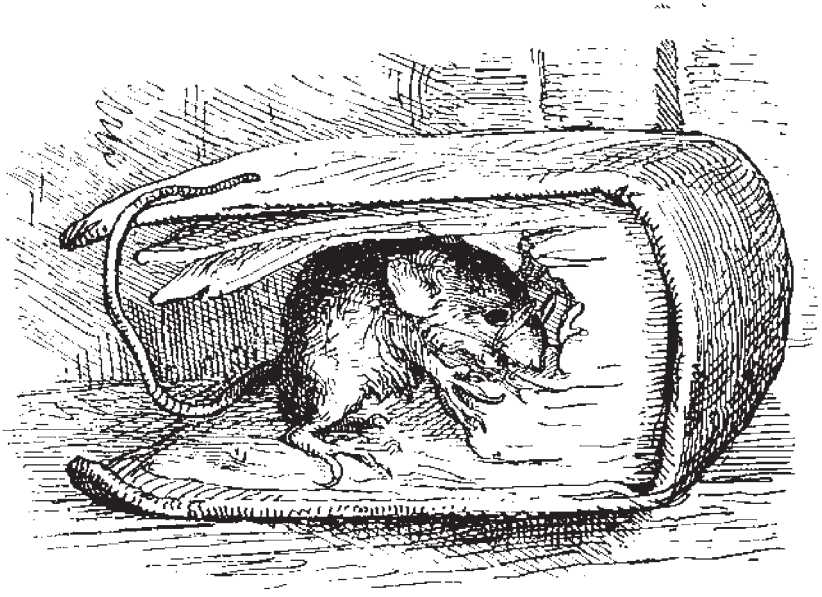

رائل لائبریری

تارکین وطن کنبوں کے لیے ایچ۔ سی۔ آنڈرسن کی کہانیوں کی کتاب

شائع کردہ
رائل لائبریری باشتراک وتعاون ایچ سی اے ۲۰۰۵ فنڈ' وزارت امور مہاجرین' تارکین وطن وانٹیگریشن' وزارت تعلیم' لائبریریوں کی انتظامیہ' ڈینش لائبریریوں کی تنظیم' سٹیٹ لائبریری مع تارکین وطن لائبریری اور رائل لائبریری

مدیران: Claus Olsen اور Jytte Hilden

گرافک ڈیزائین: Mikkel Sonne

سرورق: Claus Seidel

مترجمین: عربی: Duna Talib Ghali' بوسنیائی: Milena Mille Rudez اور Ljupce Muncanovic' اردو: نصر ملک Nasar Malik' فارسی: فریدون وحمن/ Fereydun Vahman' صومالی: Ahmed Diria Liban' ترکی: Adil Erdem اور عام فہم ڈینش: Kirsten Ahlburg اور Karl Aage Kirkegaard

ایچ۔ سی۔ آنڈرسن کے اصل مسودہ جات اور کاغذ تراشی سے بنائی گئیں تصویروں کی اشاعت ثانی کے جملہ حقوق رائل لائبریری کے پاس محفوظ ہیں

© رائل لائبریری ۲۰۰۵ء

ہانس کریسٹین آنڈرسن ڈینش ہیں' ان کا شمار انوکھے لکھاریوں میں ہوتا ہے۔ وہ ہم انسانوں کی فطرت سے آگاہ ہیں اس لئے ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ ۲راپریل ۲۰۰۵ء اُن کا دوسو سالہ جنم دن ہے۔ ایمیگریٹنٹس لائبریری اور کئی دیگر اداروں کی ہمت واشتراک سے' رائل لائبریری نے اُن کے جنم دن کی تقریب کو منانے کے لیے کہانیوں کی یہ کتاب' اصلاً دوسرے ممالک سے آئے ہوئے اور وہاں کی زبانیں بولنے والے' ڈنمارک کے نئے شہریوں کے لیے شائع کی ہے۔

ہانس کریسٹین آنڈرسن کی لکھی ہوئی چھ کہانیوں کو اُن گھرانوں کی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے جو اردو' بوسنیائی' ترکی' صومالی' عربی ' اور فارسی بولتے ہیں۔ ان کہانیوں کو ان زبانوں میں شائع کرنے کا خیال شاعر و مصنّف کی روح کی ترجمانی کرتا ہے۔

ڈنمارک میں معلومات عامہ کی روایت کا بنیادی عنصر کہانی سنانے پر استوار ہے۔ اس لیے ان کہانیوں کو ہلکی پھلکی جدید ڈینش زبان میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

ان قدیم قصّے کہانیوں سے معاشرے میں جمہوریت اور یکجہتی کی قوتوں کو تقویت ملے گی۔ ان کہانیوں کو پڑھ کر سنانے سے ان کی اصل خوبصورتی واضح ہوتی ہے۔ قصّے کہانیاں پڑھنے سے ثقافتوں سے اچھی طرح جان پہچان ہوتی ہے۔ دادی ماں بچوں کو گود میں لے کر یا باپ بچوں کے سونے سے پہلے انہیں بھی یہ کہانیاں سنا سکتے ہیں۔

ہانس کریسٹین آنڈرسن ایک عالی مرتب کلاسیکل شاعر و مصنّف ہیں۔

Claus Olsen اور *Jytte Hilden*

تصاویر

سرورق اور ابتدائیہ

Lorenz Frølich از: ۱۸۲۰ء، تا ۱۹۰۸ء

بدھو ہانس

Bjørn Wiinblad (پ) ۱۹۱۸ء اور Svend Otto S. از: ۱۹۱۶ء تا ۱۹۹۶ء

بدصورت بطخ

Vilhelm Pedersen از: ۱۸۲۰ء تا ۱۸۵۹ء، Ib Spang Olsen (پ) ۱۹۲۱ء اور Asger Jorn از: ۱۹۱۴ء تا ۱۹۷۳ء

شہزادی اور مٹر کا دانہ

Dorte Karrebæk (پ) ۱۹۴۶ء، Hans Tegner از: ۱۸۵۳ء تا ۱۹۳۲ء اور Ib Spang Olsen (پ) ۱۹۲۱ء

سوختہ دان

Anni Lippert (پ) ۱۹۸۲ء، اور Svend Otto S. از: ۱۹۱۶ء تا ۱۹۹۶ء

بلبل

Else Hasselriis از: ۱۸۷۸ء تا ۱۹۵۳ء، Dina Dam Jensen معلم جماعت پنجم Christianshavns Skole

Ib Spang Olsen (پ) ۱۹۲۱ء، اور Gustav Hjortlund از: ۱۹۰۱ء تا ۱۹۷۷ء

یہ بالکل سچ ہے!

Mads Stage از: ۱۹۲۲ء تا ۲۰۰۴ء، Karin Olesen (پ) ۱۹۵۷ء، اور Hans Tegner از: ۱۸۵۳ء تا ۱۹۳۲ء

درمیانی صفحات

شہزادی اور مٹر کا دانہ ایچ۔ سی۔ آنڈرسن کی خود دست نوشتہ تحریر

اور

ایچ۔ سی۔ آنڈرسن کی کاغذ تراشی

Dina Dam Jensen, Dorte Karrebæk, Anni Lippert, Karin Olesen, Ib Spang Olsen, Bjørn Wiinblad
ان سب کا دلی شکریہ کہ انہوں نے اپنی تصویروں اور نقش و نگاری کو اس کتاب کی اشاعت کے منصوبے میں استعمال کے لئے پیش کیا

Kristin Wiborg/ Puk Hjortlund, Agnete Stage کا بھی شکریہ کہ انہوں نے Gustav Hjortlund, Mads Stage اور Svend Otto S کی تصویروں کو استفادہ کے لیے مہیا کیا۔ اور Asger Jorn کی Le canard inquiétant/ Den foruroligende ælling نامی پینٹنگ کو شائع کرنے کی اجازت دینے پر Silkeborg آرٹ میوزیم کا شکریہ

ادارہ ہمارے ڈینش زبان و ادبیات اور اشاعت گھر Gyldendal کا شکریہ کہ انہوں نے ایچ۔ سی۔ آنڈرسن کی اصل تحریری عبارت، جو کہانیوں کے سن ۲۰۰۳ء کے مجموعے میں ہے، شائع کرنے کی اجازت دی۔

مشوروں اور رہنمائی کے لیے کوپن ہیگن بلدیہ کے Tvillingehallen میں معذوری کے سکول کا شکریہ اور Special-pædagogisk forlag, Herning

مطبع: Eks-Skolens Trykkeri ApS

انوائرمنٹ سرٹیفکیٹ بمطابق آئی ایس او ۱۴۰۰۱

رائل لائبریری

Søren Kierkegaards Plads 1

1016 Copenhagen, K.

Ph: + 0045 3347 4747

www.kb.dk

فہرست

بدھو ہانس ۷

بدصورت بطخا ۱۳

شہزادی اور مٹر کا دانہ ۲۷

سوختہ دان ۲۹

بُلبُل ۳۱

یہ بالکل سچ ہے! ۵۵

بُدّھو ہانس

دور ملک کے مضافات میں ایک نوابی حویلی تھی۔ اور اُس میں ایک بوڑھا جاگیردار رہتا تھا' جس کے دو بیٹے تھے' دونوں نوجوان اپنے آپ میں اتنے زیادہ بذلہ سنج تھے کہ آدھے ہی کافی تھے۔ اور وہ بادشاہ کی بیٹی کے ساتھ عشق و شادی کرنا چاہتے تھے: کیونکہ کنواری موصوفہ نے سرِعام اعلان کر رکھا تھا کہ وہ صرف اُس جوان کو ہی اپنا خاوند بنائے گی جو گفتگو کا ماہر ہوگا۔

ان دونوں غیر معمولی ذہین نوجوانوں نے آٹھ دن تیاری میں لگائے ------ اتنا ہی وقت تھا جو انہیں دیا جا سکتا تھا: لیکن یہ اُن کے لیے کافی تھا' کیونکہ اُن کے پاس تمہیدی معلومات بہت تھیں' اور وہ موقع کے لحاظ سے کافی سود مند تھیں۔ اُن میں سے ایک کو پوری لاطینی لغت زبانی یاد تھی' اور اپنے قصبے کے پورے تین سالوں کے اخبارات بھی اسے ازبر تھے۔ اور وہ اُن سب کو سیدھا و اُلٹا آگے اور پیچھے دونوں طرف سے جس طرح چاہے دہرا بھی سکتا تھا۔ دوسرے نے کارپوریشن کے قوانین کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کر رکھا تھا' اور وہ سب کچھ زبانی جانتا تھا جو کارپوریشن کے سبھی بڑے چھوٹے عہدیدار کے لیے جاننا لازم ہوتا ہے: لہٰذا اُس نے سوچا کہ وہ ریاستی امور کے بارے میں بات کر سکتا ہے' اور کونسل میں اپنی تقریر سے گردش پیدا کر سکتا ہے۔ وہ ایک اور بات بھی جانتا تھا: وہ پتلونوں کے لچکدار فیتوں پر کشیدہ کاری بھی کر سکتا تھا کیونکہ وہ ایک نفیس باہنر آدمی تھا۔

''میں شہزادی کو جیتوں گا!'' وہ دونوں چلّائے۔ اس لیے اُن کے بوڑھے باپ نے اُن دونوں کو ایک ایک خوبصورت گھوڑا دیا۔ نوجوان جسے پوری لغت اور اخبارات زبانی یاد تھے' اس کا گھوڑا کالا سیاہ تھا' اور وہ جو کارپوریشن کے قوانین کے متعلق سب کچھ جانتا تھا اُسے ایک دودھیا سفید جنگی گھوڑا ملا۔ پھر انہوں نے اپنے منہ کے کونوں پر مچھلی کا تیل ملا تا کہ وہ چکنے رہیں اور چرب زبانی و طراری سے بات ہو سکے۔ تمام خادم نیچے حویلی کے صحن میں کھڑے تھے' اور اُن دونوں کو گھوڑوں پر سوار ہوتے دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک تیسرا بیٹا بھی وہاں آ گیا۔ اصل میں جاگیردار کے تین بیٹے تھے' مگر کوئی بھی تیسرے کو شمار میں نہیں لاتا تھا' کیونکہ وہ قابلیت میں اپنے دونوں بھائیوں سے بہت پیچھے تھا۔ اور اصل میں وہ ''بُدّھو ہانس'' کے نام سے ہی جانا جاتا تھا۔

''سنو! تم اتنی ٹھاٹھ باٹھ سے کہاں جا رہے ہو؟'' بدھو ہانس نے پوچھا۔

''ہم بادشاہ کے دربار میں جا رہے ہیں' بادشاہ کی بیٹی پر دعویدار کے طور پر۔ کیا تم اُس منادی کو نہیں جانتے جو ملک بھر میں کی جا چکی ہے؟'' اور پھر انہوں نے اُس کے بارے میں اُسے سب کچھ بتایا۔

''میں قول دیتا ہوں! میں بھی اس میں شامل ہونگا!'' بدھو ہانس بولا۔ اس کے دونوں بھائیوں نے اس کا خوب تمسخر اُڑایا اور اُس پر ہنسے اور گھوڑوں کو ایڑھ لگا کر آگے نکل گئے۔

''باپ' پیارے'' ہانس بولا' ''مجھے بھی ایک گھوڑا دو۔ میں شادی کے لیے بڑا تیار اور مضطرب ہوں! اگر وہ مجھے قبول کر لے گی' تو ٹھیک: اور اگر وہ مجھے نہیں اپنائے گی' تو پھر بھی میں اسے اپنا کر ہی رہونگا: اُسے ہر صورت میں میری ہی بننا ہوگا' اور بس!''

''تم یہ کیا اوٹ پٹانگ بول رہے ہو!'' بوڑھا باپ بولا۔ ''میں تمھیں کوئی گھوڑا نہیں دونگا۔ تم تو سیدھے منہ بات تک نہیں کر سکتے اور جانا چاہتے ہو شہزادی کا ہاتھ مانگنے!' ------ تمھارے بھائی تم سے بہت مختلف ہیں' ان کا مقابلہ مت کرو۔''

''اچھا!'' بدھو ہانس بولا۔ ''اگر میں ایک گھوڑا نہیں لے سکتا' تو پھر میں اپنا بکرا لے لونگا' وہ تو میرا اپنا ہے' اور وہ مجھے بآسانی اٹھا بھی سکتا ہے!'' پھر اس نے اپنا کہا کر دکھایا۔ وہ بکرے پر سوار ہوا۔ اپنی ایڑیوں کو اس کی رانوں پر مارا' لگام کھینچی اور ہوا ہو گیا ------ ہا' ہپ! اتنی تیز سواری واہ! میں آرہا ہوں!'' بدھو ہانس چلایا اور' اتنی اونچی آواز میں گاتا گیا کہ اس کی بازگشت دور دور تک پہنچ گئی۔

اُس کے بھائی اس کے آگے بڑی آہستگی سے سواری کرتے جا رہے تھے۔ انہوں نے آپس میں ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا کیونکہ' وہ اُن نفیس و برجستہ تقاریر کے بارے میں سوچ رہے تھے جو انھیں فی البدیہہ کرنی تھیں' اور اس کے لیے انھیں ہشیاری سے پیشگی تیاری کرنی تھی۔

''ہیلو!'' بدھو ہانس چلایا۔ ''میں یہاں ہوں! دیکھو مجھے شاہراہ پر کیا ملا ہے۔'' اور پھر اس نے انھیں دکھایا کہ اسے کیا ملا تھا' یہ ایک مردہ کوّا تھا۔

''بدّھو!'' بھائی چلائے۔ ''تم اس کا کیا کرو گے؟''

''کوّے کا؟ کیوں' میں یہ شہزادی کو پیش کروں گا۔''

''ہاں' ایسا ہی کرنا۔'' انہوں نے کہا: اور اُس پر ہنستے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

''ہیلو' میں پھر آ گیا! دیکھو تو میں نے اب کیا تلاش کیا ہے: تم ایسا کچھ ہر روز تو شاہراہ پر نہیں پا سکتے!''

بھائی مڑ گئے تا کہ دیکھ سکیں کہ اُس نے اب کیا ڈھونڈا تھا۔ ''بدّھو!'' وہ چلائے۔ ''یہ تو پرانا لکڑی کا ایک جوتا ہے اور اس کا اوپر کا حصہ بھی تو غائب ہے: کیا تم یہ بھی شہزادی کو پیش کرنے والے ہو؟''

''ہاں' یقیناً' میں پیش کروں گا۔'' بدّھو ہانس بولا۔ بھائی ایک بار پھر ہنسے اور آگے بڑھ گئے' اور پھر وہ اُس سے بہت آگے نکل گئے لیکن' ------

"ہیلو-----ہمپ رارا!" بدھو ہانس پھر اُن کے پاس آ گیا تھا۔ "یہ بہتر سے بہتر ہو رہا ہے۔" وہ چلّایا۔ "واہ! یہ بہت مشہور ہے۔"

"اس بار تم نے کیا ڈھونڈا ہے؟" بھائیوں نے پوچھا۔ "یہ تو بڑھتا ہی جا رہا ہے۔" انہوں نے سوچا۔

'اوہ' یہ بے مثال ہے!' میں تمھیں بتا ہی نہیں سکتا کہ شہزادی کتنی خوش ہوگی۔" ہانس بدھو بولا۔

"شش!" بھائی بولے۔ "یہ تو کچھ بھی نہیں محض گڑھے سے کھودی ہوئی مٹی ہے۔

"ہاں، یقیناً وہی تو ہے!" بدھو ہانس بولا۔ "ایک بہت ہی عمدہ قسم کی مٹی۔ دیکھو' یہ کتنی مرطوب ہے' یہ انگلیوں سے پھسل پھسل جاتی ہے۔" اور پھر اُس نے اپنی جیبوں کو مٹی سے بھر لیا۔

اب اُس کے بھائیوں نے اپنے اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑائے اور نتیجتاً وہ بدھو ہانس سے ایک گھنٹہ پہلے ہی شہر کے پھاٹک پر جا پہنچے۔ اب پھاٹک پر ہر ایک خواہش مند کو ایک نمبر دیا گیا تھا اور سب کو اُن کی آمد پر فوراً ہی قطاروں میں بٹھا دیا گیا تھا۔ ہر قطار میں چھ چھ آدمی' اور اتنی سختی سے ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ بٹھائے گئے تھے کہ وہ اپنی بانہیں تک نہیں ہلا سکتے تھے; یہ ایک عاقلانہ بندوبست تھا کیونکہ اگر وہ یوں کر سکتے تو وہ یقیناً ایک دوسرے کو گھونسے مار کر ایک دوسرے کے آگے کھڑا ہونے کی کوشش کرتے۔

ملک کے کم و بیش سبھی عوام کا بہت بڑا ہجوم محل کے اردگرد کھڑا تھا اور' تقریباً ہر ایک کھڑکیوں کو چھو رہا تھا تا کہ شہزادی کو شادی کے خواہشمندوں سے ملتے دیکھ سکے; اور جونہی کوئی ایک خواہشمند ہال میں داخل ہوتا اُس کی قوت گویائی اسے یوں چھوڑ جاتی تھی' جیسے شمع کی روشنی بھک سے بجھ جائے۔

تب شہزادی کہتی "اس نااہل شخص کو ہال سے باہر لے جاؤ!"

بالآخر اُس بھائی کی باری آئی جسے پوری لغت زبانی یاد تھی; لیکن اُسے تو اب وہ یاد ہی نہیں تھی: وہ اسے اب مکمل طور پر بھول

چکا تھا۔ ہال کے لکڑی کے فرش کے تختوں پر اس کے چلنے سے قدموں کی آواز کی بازگشت سنائی دے رہی تھی' اور ہال کی چھت جو آئینوں کی بنی ہوئی تھی۔ اُس میں اسے اپنا آپ یوں دکھائی دیا جیسے وہ فرش پر اپنے سر کے بل کھڑا ہو; اور کھڑکی کے قریب ایک بڑا منشی اور تین منشی کھڑے تھے' اور وہ وہاں بولا جانے والا ہر ایک لفظ لکھتے جا رہے تھے' تا کہ اسے خبر کے طور پر فوراً اخبار میں شائع کر کے اسے' ایک پیسہ قیمت پر گلی کی نکڑ پر فروخت کیا جائے۔ یہ ایک بڑا صبر آزما مصیبت دہ امتحان تھا' اور مزید برایں انہوں نے انگھیٹی میں ایسی آگ جلا رکھی تھی کہ ہال خاصا سرخ و گرم محسوس ہوتا تھا۔

''یہاں غضبناک گرمی ہے!'' پہلے بھائی نے کہا۔

''ہاں۔'' شہزادی نے جواب دیا۔ میرے والد آج مرغے بھوننے کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

''بے!'' وہ ایک منمناتی بھیڑ کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے اِس طرح کی گفتگو کے لیے تو کوئی تیاری نہیں کی ہوئی تھی' اور کہنے کو بالکل کچھ نہیں سوجھ رہا تھا' اگرچہ وہ برمحل کوئی ظریفانہ بات کرنا چاہتا تھا۔ ''بے!''

''اسے باہر نکال دو!'' شہزادی نے کہا۔ ''یہ کسی کام کا نہیں!'' اور وہ اصولاً باہر نکال دیا گیا۔ اور اب دوسرا بھائی اندر آیا۔

''یہاں تو بڑی غضبناک گرمی ہے!'' اُس نے کہا۔

''ہاں' ہم آج مرغے بھون رہے ہیں۔'' شہزادی نے جواب دیا۔

''کیا؟ ---- تم کیا ک ---ی --- ا-- '' وہ ہکلا رہا تھا۔ اور سب منشی ہر ایک لفظ لکھ رہے تھے' ----'' تم ک ----ی---- ا---- ک----''

''یہ بے کار ہے!'' شہزادی بولی۔ ''اسے باہر لے جاؤ!''

اب بدّھو ہانس کی باری آئی۔ وہ اپنے بکرے پر سوار ہال میں داخل ہوا۔ ''اُو' یہاں تو بہت سخت گرمی ہے۔''

''ہاں' کیونکہ میں مرغ بھون رہی ہوں۔'' شہزادی نے جواب دیا۔

''اُو' یہ تو بڑی خوش قسمتی ہے!'' بدھو ہانس نے ہانک لگائی۔ ''پھر تو میں اپنا کوّا بھوننے کی اجازت چاہوں گا؟''

''بڑی خوشی کے ساتھ'' شہزادی نے کہا۔ ''لیکن کیا تمھارے پاس کوئی ایسی چیز ہے' جس میں تم اُسے بھون سکو؟ میرے پاس تو نہ کوئی دیگچی ہے اور نہ کوئی کڑاہی۔''

''ہاں' یقیناً میرے پاس ہے!'' ہانس بولا۔ یہ ہے کھانا پکانے کا برتن' اس کا دستہ ٹین کا ہے۔'' اُس نے پرانا لکڑی کا جوتا باہر نکالا اور کوّے کو اس کے اندر رکھ دیا۔

''واہ' یہ تو ایک مکمل ڈش ہے!'' شہزادی بولی۔ ''لیکن ہم چٹنی کے لیے کیا کریں؟''

''اُو' وہ میری جیب میں ہے۔'' ہانس نے کہا۔ ''میرے پاس یہ اتنی وافر ہے کہ میں اس میں سے کچھ پھینک دینے کی

استطاعت بھی رکھتا ہوں۔" اور اُس نے اپنی جیب سے کچھ مٹی باہر گرا دی۔

"مجھے یہ پسند ہے!" شہزادی نے کہا۔ "تم جواب دے سکتے ہو' اور تمھارے پاس اپنے بارے میں بتانے کے لیے بھی کچھ ہے' سو تمھیں ہی میرا خاوند ہونا چاہیے۔ لیکن کیا تم جانتے ہو کہ ہر ایک لفظ جو ہم نے بولا ہے وہ لکھا جا چکا ہے۔ اور یہ کل اخبار میں شائع ہوگا؟ مقابلہ باز! دیکھو' تمھیں ہر کھڑکی میں تین منشی اور ایک بڑا منشی دکھائی دیں گے اور اُن میں سے بڑا منشی سب سے زیادہ بُرا ہے' کیونکہ وہ کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ شہزادی نے یہ سب کچھ بُدھو ہانس کو ڈرانے کے لیے کہا تھا۔ تمام منشی ہنہنانے کی طرح خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے' اور ہر ایک نے اپنے اپنے قلم سے سیاہی کا ایک ایک قطرہ فرش پر چھڑک دیا تھا۔

"اوہ' یہ تو شریف آدمی ہیں' ہیں نا؟" ہانس نے کہا۔ میرے پاس جو سب سے اچھی چیز ہے وہ میں بڑے منشی کو دوں گا۔" اور اُس نے اپنی جیبوں کو اُلٹ دیا' اور گیلی مٹی بڑے منشی کے چہرے پر زور سے بھرپور دے ماری۔

"تم نے بڑی ہشیاری دکھائی ہے۔" شہزادی نے کہا۔ "میں ایسا نہیں کر سکتی تھی: لیکن میں وقت کے ساتھ سیکھ جاؤں گی۔"

اور پھر نتیجتاً بُدھو ہانس کو بادشاہ بنا دیا گیا' اور اسے ایک تاج اور ایک بیوی مل گئی اور اُسے تخت پر بٹھا دیا گیا تھا۔ یہ روئیداد ہم نے بڑے منشی کے اخبار میں پڑھی ہے اور بالکل یقین کے قابل نہیں۔

بدصُورت بطخا

دیہی علاقے میں گرمیوں کا بہت پیارا موسم تھا.....، سرسبز میدانوں میں سنہری گندم، سبز جو اور گھاس کے گٹھوں کے لگائے گئے ڈھیر بہت خوبصورت دکھائی دے رہے تھے۔ سارس اپنی لمبی سرخ ٹانگوں پر اِدھر اُدھر چلتے پھرتے مصری بولی بول رہا تھا جو اس نے اپنی ماں سے سیکھی تھی۔ گندم کے کھیت اور سبز میدان گھنے جنگلوں میں گھرے ہوئے تھے جن کے بیچوں بیچ گہری جھیلیں تھیں۔ دیہی علاقے کا منظر واقعی خوبصورت تھا۔ ایک گہری نہر کے قریب دھوپ والی جگہ پر ایک پرانا فارم ہاؤس واقع تھا اور فارم ہاؤس سے نہر کے کنارے تک بڑے بڑے پتوں والے قرمزی رنگ کے خاردار سَروں والے پودے اُگے ہوئے تھے.....، پتے اتنے بڑے کہ ان میں سب سے اونچے پتوں کے نیچے ایک چھوٹا بچہ سیدھا تن کر کھڑا ہو سکتا تھا۔ اِس پرسکون اور خاموش پناہ گاہ میں ایک بطخ اپنے گھونسلے میں بیٹھی اپنی نئی پود کے لئے انڈے سیتے ہوئے اپنے کام سے تنگ آ چکی تھی.....، کیوں کہ انڈوں کے خولوں سے چوزوں کے باہر آنے میں ابھی کافی دیر تھی.....، اور پھر مشکل سے ہی کوئی اسے ملنے آتا۔ دوسری بطخیں پھسلن والے گیلے کناروں کے اوپر چڑھنے اور قرمزی رنگ کے خاردار سَروں والے پودے کے پتے کے نیچے بیٹھ کر اُس کے ساتھ گپ شپ کرنے سے زیادہ دریا میں اِدھر اُدھر تیرنا پھرنا پسند کرتی تھیں۔ آخر کار ایک انڈے کا خول تڑخا.....، اور پھر دوسرا.....، اور ہر انڈے سے ایک ایک جاندار نے باہر نکل کر اپنا سر اوپر اٹھایا اور چلایا.....،

''پیپ.....، پیپ!''

''کوئیک.....، کوئیک!'' ماں نے کہا اور پھر وہ سب جتنا اچھا ''کوئیک.....، کوئیک!'' بول سکتے تھے، چلانے لگے اور اپنے اردگرد ہر طرف بڑے بڑے سبز پتوں کو دیکھنے لگے۔ اُن کی ماں نے اُن کو جتنا اُن کی مرضی تھی، دیکھنے کی اجازت دی .....، کیوں کہ سبز رنگ آنکھوں کے لئے اچھا ہوتا ہے۔ ''دنیا کتنی بڑی ہے!'' ننھی بطخوں نے کہا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ انڈے کے خول کے اندر کی نسبت اب انہیں کتنی زیادہ جگہ مل گئی ہے۔ ''تمہارا کیا خیال ہے کہ یہی پوری دنیا ہے؟'' ماں نے پوچھا۔ ''اچھا.....، باغ دیکھنے تک انتظار کرو!.....، وہ پادری کے کھیت سے بھی آگے تک پھیلا ہوا ہے.....، لیکن میں وہاں کبھی نہیں گئی.....، کیا تم سب انڈوں سے باہر آ گئی ہو؟'' اُس نے اُٹھتے ہوئے بات جاری رکھی۔ ''نہیں.....، سب سے بڑا انڈا تو وہ پڑا ہے.....، پتہ نہیں کہ وہ کب تک یونہی رہے گا.....، میں تو اِس سے کافی تنگ آ چکی ہوں!'' اور پھر وہ اپنے گھونسلے میں انڈے پر دوبارہ جا بیٹھی۔

''اچھا.....تمہارا کیا حال ہے؟'' ایک بوڑھی بطخ نے پوچھا جو اسے ملنے آئی تھی۔

''ابھی ایک انڈا سیا نہیں جا سکا!'' بطخ نے جواب دیا۔ ''یہ ٹوٹ ہی نہیں رہا لیکن باقی سب کو تو دیکھو.....، ان جیسی پیاری ننھی بطخیں میں نے کبھی نہیں دیکھیں.....، یہ ہو بہو اپنے باپ پر ہیں جو ایسا ظالم ہے کہ کبھی ملنے ہی نہیں آتا!''

''مجھے وہ انڈا دیکھنے دو جو ٹوٹ نہیں رہا!'' بوڑھی بطخ نے کہا۔ مجھے کوئی شک نہیں کہ یہ جنگلی مرغی کا انڈہ ہے.....، ایک بار مجھے بھی جنگلی مرغی کے کچھ انڈے سینے پر مائل کیا گیا تھا.....، ان چوزوں کی پرورش میں نے بڑی جان جوکھوں سے کی کیونکہ وہ سب پانی سے خوف زدہ تھے۔ میں نے ''کوئیک کوئیک'' کر کے انہیں بہت پچکارا لیکن سب بیکار گیا! میں انہیں پانی کے اندر جانے پر آمادہ نہ کر سکی.....، مجھے وہ انڈہ تو دیکھنے دو.....، اوہ.....، یہ تو یقیناً جنگلی مُرغی کا انڈہ ہے.....، میرا مشورہ مانو اور اسے یہیں رہنے دو جہاں یہ ہے اور دوسرے بچوں کو تیرنا سکھاؤ!''

''میرا خیال ہے میں کچھ دیر اور اس پر بیٹھوں گی!'' بطخ نے کہا۔ ''میں پہلے ہی اتنی دیر بیٹھ چکی ہوں.....، چند دن اور کچھ بھی نہ ہوں گے!''

''جیسے تمہاری مرضی.....!'' بوڑھی بطخ نے کہا اور چلی گئی۔

آخر کار بڑا انڈہ تڑاخ کر کے ٹوٹا اور ایک ننھا بطخا چلاتے ہوئے اس میں سے آگے کو رینگا ''پیپ.....، پیپ!'' وہ بہت بڑا اور بدصورت تھا۔ بطخ نے اُسے گھورا اور بولی، ''یہ تو بہت بڑا ہے اور دوسروں سے بالکل نہیں ملتا.....، کیا پتہ کہیں یہ اصلی جنگلی مُرغ ہی ہو.....، تاہم جب ہم پانی میں جائیں گے تو ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا.....، اِسے پانی میں ضرور جانا ہو گا چاہے خود مجھے ہی اسے اندر دھکیلنا پڑے!''

اگلے دن موسم خوشگوار تھا.....، سورج قرمزی رنگ کے خاردار سَروں والے پودوں کے سبز پتوں پر پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا.....، پس بطخ ماں اپنی نئی ننھی پود کو پانی کی طرف لے گئی اور ایک جھپاکے سے اندر کود گئی۔

''کوئیک.....، کوئیک!'' اس نے پکارا.....، اور یکے بعد دیگرے ننھی بطخیں بھی پانی کے اندر کود گئیں۔ پانی ان کے سروں تک آ گیا لیکن وہ ایک لمحے میں دوبارہ اُوپر آ گئیں اور اپنی ٹانگوں کو اپنے نیچے چپوؤں کی طرح چلاتے ہوئے بڑی خوبصورتی سے اِدھر اُدھر تیرنے لگیں.....، حتیٰ کہ بدصورت ننھا بطخا بھی ان کے ساتھ پانی میں تیر رہا تھا۔

''اوہ.....، یہ تو جنگلی مُرغ نہیں!.....، اور یہ اپنی ٹانگوں کو کتنا اچھا استعمال کر رہا ہے.....، اور خود کو کیسے سیدھا اوپر اٹھائے رکھتا ہے، یہ کوئی جنگلی مرغی کا بچہ نہیں.....، یہ تو میرا اپنا بچہ ہے.....، اگر اُسے غور سے دیکھا جائے تو پھر یہ ایسا بدصورت بھی نہیں! کوئیک.....، کوئیک! میرے ساتھ آ جاؤ' اب میں تمہیں بڑی آبادی میں لے جاتی ہوں اور تمہیں فارم کے دوسرے جانوروں سے متعارف کرواتی ہوں.....، لیکن تم میرے قریب ہی رہنا ورنہ تم کچلے جاؤ گے اور سب سے بڑھ کر بلی سے ہوشیار رہنا!''

جب وہ فارم کے صحن میں پہنچے تو وہاں بڑی بے سکونی تھی۔ دو خاندان ایک گروج مچھلی کی سری کے لئے لڑ رہے تھے جو آخر کار بلی لے گئی۔ ''دیکھا بچو.....، دنیا کا یہی طور طریقہ ہے!'' بطخ ماں نے اپنی زبان چونچ پر پھیرتے ہوئے کہا کیونکہ وہ بھی گروج مچھلی کی سری چکھنا چاہتی تھی۔

''آؤ.....، اب اپنی ٹانگیں استعمال کرو اور مجھے دکھاؤ کہ تم کتنے تمیز والے ہو.....، تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم پیارے انداز میں اس بوڑھی بطخ کے سامنے اپنا سر جھکاؤ' کیونکہ وہ ان سب میں سے اعلیٰ نسل کی ہے.....، اور اس کا خون ہسپانوی ہے لہٰذا وہ اُمیر ہے.....، تم دیکھتے نہیں کہ اُس کی ٹانگ کے ساتھ ایک سرخ پٹی بندھی ہوئی ہے' یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے.....، یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ بطخ ہر ایک کو عزیز ہے اور کوئی بھی اسے کھونا نہیں چاہتا.....، اس پٹی کی وجہ سے آدمی اور جانور دونوں اُسے پہچان لیتے ہیں.....، اب آؤ.....، اپنے پنجے اندر کو نہیں موڑو.....، ایک اعلیٰ نسل کی ننھی بطخ بالکل اپنے ماں اور باپ کی طرح اپنے پاؤں الگ الگ کھلے ہوئے رکھتی ہے.....، ایسے.....، اب اپنی گردن جھکاؤ اور بولو.....، کوئیک!''

ننھی بطخوں نے وہی کیا جس کے لئے انہیں کہا گیا تھا.....، لیکن دوسری بطخوں نے اُنہیں گھورا اور کہا ''اب ایک نئی پیڑھی آ گئی ہے جیسے ہم پہلے یہاں کم تھیں.....، اور اُن میں سے ایک کتنی عجیب دکھائی دینے والی شے ہے.....، اسے تو ہم یہاں نہیں رہنے دیں گی!'' اور پھر ان میں سے ایک آگے بڑھی اور بدصورت بطخے کو گردن پر کاٹ لیا۔

''اسے چھوڑ دو!'' بطخ ماں نے کہا۔ ''وہ کسی کا کیا بگاڑ رہا ہے!''

''ہاں.....، لیکن وہ اتنا بڑا اور بدوضع ہے!'' خار رکھنے والی بطخ نے کہا۔ ''بس اسی وجہ سے اِسے باہر نکالنا ضروری ہے!''

''دوسرے تو بہت پیارے بچے ہیں!'' ٹانگ پر پٹی والی بوڑھی بطخ بولی۔ ''سب ٹھیک ہے مگر وہ والا! کاش اُس کی ماں اُسے دوبارہ جنم دے سکتی!''

''یہ ناممکن ہے محترمہ!'' ماں نے جواب دیا۔ ''وہ خوبصورت نہیں ہے لیکن وہ بہت اچھی طبیعت رکھتا ہے.....، اور تیرتا تو دوسروں سے بہت بہتر ہے.....، میرا خیال ہے وہ بڑا ہو کر خوبصورت نکلے گا او کیا بعید کہ اس کا قد بھی نہ بڑھے.....، وہ انڈے میں بہت زیادہ دیر رہا ہے.....، جبھی تو اُس کے اعضاء نامناسب طور پر بڑھ گئے ہیں!'' اور پھر اس نے بطخے کی گردن کو سہلایا اور اس کے پر سیدھے کئے.....، ویسے بھی ''نر بچہ'' ہے.....، اس لئے کوئی خطرے والی بات نہیں ہے.....، میرا خیال ہے وہ طاقتور اور اپنے آپ کا خیال رکھنے کے قابل ہو جائے گا!'' وہ بولی۔

''دوسری ننھی بطخیں کافی خوبصورت ہیں!'' بوڑھی بطخ نے کہا۔ ''اب تم آرام کرو.....، اور ہاں.....، اگر تمہیں گروج مچھلی کی کوئی سری ملے تو وہ مجھے لا دینا!''

پھر وہ سب وہاں رہنے لگیں.....، لیکن اپنے انڈے کے خول میں سے سب سے آخر میں باہر آنے والے اور اتنے بدصورت دکھائی دینے والے بے چارے بطخے کو چونچوں سے کاٹا گیا.....، دھکے دیئے گئے اور اُس کا مذاق اُڑایا گیا .....، ایسا نہ صرف بطخوں نے کیا بلکہ باقی تمام مرغے مرغیوں نے بھی کیا۔ ''وہ بہت بڑا ہے!'' اُن سب نے کہا' اور جنگلی مرغ نے جو دنیا میں ایک خاص شان سے پیدا ہوا تھا اور اپنے آپ کو واقعی ایک شہنشاہ تصور کرتا تھا، پانی پہ تیزی سے رواں دواں کسی بادبانی کشتی کی طرح اپنے پر پھیلائے اور غصے سے کافی سرخ ہوتے ہوئے اِس طرح بطخے کے اوپر اُڑ کر آیا کہ اُس بے چاری ننھی جان کو پتہ ہی نہ چلا کہ کدھر جائے.....، اُس کی حالت کافی دردناک تھی کیونکہ وہ اتنا بدصورت تھا کہ فارم کے صحن میں سب کے سب اُس پر ٹھٹھے لگا رہے تھے۔ یہ سلسلہ دن بدن یوں ہی چلتا گیا اور خراب سے خراب تر ہوتا گیا۔ بے چارہ ننھا بطخا اِسی طرح ہر ایک سے دھکے کھاتا رہا۔ حتیٰ کہ اُس کے بھائی اور بہنیں بھی اُس سے بری طرح پیش آئے.....، وہ کہتے، ''ہمارا تو دل چاہتا ہے کہ تمہیں بلی کھا جائے' کتنی منحوس شکل ہے تمھاری!'' اور اس کی ماں بولتی، ''کاش تم کبھی پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے!'' 'بطخیں اُسے چونچیں چبھوتیں.....، مرغیاں اُسے مارتیں.....، اور وہ لڑکی جو جانوروں کو دانہ ڈالتی تھی، اُسے اپنے پیروں سے ٹھوکریں مارتی.....، آخر کار وہ چھلین سے بنے جنگلے کے اوپر سے اڑ کر.....، جھاڑ جھنکار کی باڑ میں چھوٹے چھوٹے پرندوں کو خوف زدہ کرتے ہوئے.....، بھاگ نکلا!

''وہ مجھ سے ڈرتے ہیں کیوں کہ میں بدصورت ہوں!'' اُس نے کہا۔ پس اُس نے اپنی آنکھیں بند کیں اور دور تک اُڑتا گیا حتیٰ کہ وہ ایک کھلی آبی جگہ پر جا نکلا جس میں جنگلی مرغابیاں رہتی تھیں۔ وہاں وہ پوری رات رہا.....، بہت تھکا ہارا اور غمگین!

صبح کے وقت جب جنگلی مرغابیاں فضا میں بلند ہوئیں تو اُنہوں نے اپنے نئے ساتھی کو گھور کر دیکھا۔ ''تم کس قسم کی مرغابی ہو؟'' وہ سب اُس کے گرد جمع ہوتے ہوئے بولیں۔

بطخے نے گھوم کر سب کو ادب سے جھک کر سلام کیا لیکن اُن کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ ''تم ضرورت سے زیادہ ہی بدصورت ہو!'' جنگلی مرغابیوں نے کہا.....، ''لیکن ہمیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں البتہ' تم ہمارے خاندان میں شادی کرنے کی جسارت ہرگز نہ کرنا!''

بے چارہ بطخا.....، اُسے تو شادی کا خیال تک نہیں تھا.....، وہ تو صرف جھاڑیوں میں کہیں لیٹنے کی.....، اور دلدلی علاقے پر تھوڑا سا پانی پینے کی اجازت چاہتا تھا۔ جب اسے اُس آبی جگہ پر ٹھہرے دو دن گزر گئے تو وہاں دو جنگلی سرخاب آئے .....، نہیں' وہ سرخابوں کے نر بچے تھے کیونکہ انہیں بھی انڈوں سے نکلے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی اس لیے وہ اپنی نوعمری کے جوش میں تھے۔ ان میں سے ایک نے ننھے بدصورت بطخے سے کہا ''سنو دوست! تم اتنے بدصورت ہو کہ ہم تمہیں بہت پسند کرتے

ہیں.....، کیا تم ہمارے ساتھ چلو گے.....، اور ایک مسافر پرندہ بنو گے؟ ایک اور چھپڑ یہاں سے کچھ زیادہ دور نہیں جس میں کچھ خوبصورت جنگلی مرغابیاں رہتی ہیں.....، سب کی سب کنواری.....، یہ تمہارے لئے بیوی حاصل کرنے کا ایک سنہری موقع ہے.....، تم بدصورت تو ہو ہی لیکن شاید خوش قسمت ثابت ہو جاؤ!''

''ٹھاہ.....، ٹھاہ!'' ہوا میں آواز آئی اور دونوں سرخاب ''ڈاب'' میں گر کر مر گئے.....، اور پانی خون آلود ہو گیا۔

''ٹھاہ.....، ٹھاہ!'' دور دراز فاصلے سے بازگشت سنائی دی اور جھاڑیوں سے جنگلی سرخابوں کی پوری ڈار فضا میں بلند ہوئی۔ وہ آواز ہر طرف سے آ رہی تھی کیونکہ شکاریوں نے چھپڑ کو گھیر رکھا تھا حتیٰ کہ ان میں سے کچھ تو اوپر درختوں کی شاخوں پر بیٹھے ہوئے نیچے لمبی گھاس پر نظریں جمائے ہوئے تھے.....، بندوقوں سے نیلا دُھواں نکل کر بادلوں کی طرح سیاہ درختوں پر پھیل گیا.....، جونہی وہ دُھواں ہوا میں تیرتا پانی کے پار گیا کئی شکاری کتے لمبی گھاس پر جھپٹے.....، وہ جس طرف بھی جاتے وہ گھاس اُن کے نیچے دب جاتی.....، توبہ.....، اُن سے تھا بطخا کتنا خوف زدہ ہوا تھا.....، اُس نے اپنا سر پیچھے موڑ کر اپنے پروں کے نیچے چھپا لیا.....، اور اُسی لمحے ایک بہت بڑا خوفناک کتا اُس کے بالکل پاس سے گزرا۔ اُس کے جبڑے کھلے

ہوئے تھے اور اُس کی زبان اُس کے منہ سے باہر لٹک رہی تھی.....، اُس کی آنکھوں میں خوفناک چمک تھی۔ وہ اپنے تیز دانت دکھاتے ہوئے اپنی ناک ننھے بطخے کے قریب لایا اور پھر، ''چھپاک.....، چھاک!'' اُسے چھوئے بغیر پانی میں کود گیا۔ ''اوہ!'' ننھے بطخے نے آہ بھری۔ ''شکر ہے، میں اتنا بدصورت ہوں.....، کہ ایک کتا تک مجھے کاٹنا پسند نہیں کرتا!'' اور پھر وہ وہیں دم سادھے لیٹا رہا جبکہ گولیاں جھاڑیوں میں سے سنسناتی گزرتی رہیں اور اُس کے اُوپر بندوق پر بندوق چلتی رہی.....، دن کافی گزر چکا تھا۔ کچھ سکون تو ہوا لیکن پھر بھی بے چاری ننھی جان نے ملنے کی جرات نہ کی۔ اُس نے کئی گھنٹے خاموشی سے انتظار کیا اور پھر احتیاط سے اِردگرد دیکھتے ہوئے جتنی جلدی ہو سکتا تھا.....، اُس چھپڑ سے دُور کھسک گیا۔ وہ کھیتوں میں سے ہوتا ہوا ایک میدان میں دوڑ رہا تھا کہ آندھی اُٹھ آئی.....، وہ مشکل ہی سے اُس کے خلاف قدم جما سکتا تھا۔ شام کو وہ ایک ٹوٹی پھوٹی چھوٹی سی جھونپڑی تک پہنچا جو بالکل گرنے کو تیار دکھائی دیتی تھی.....، لیکن اب تک کھڑی تھی تو صرف اِس وجہ سے کہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ کس طرف کو پہلے گرے.....، اتنا پُرشور طوفان جاری رہا کہ ننھا بطخا کہیں آگے نہ جا سکتا تھا.....، وہ جھونپڑی کے ساتھ بیٹھ گیا.....، پھر اُس نے دیکھا کہ دروازے میں لگے لکڑی کے تختوں میں سے ایک تختہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے کچھ کھل گیا تھا.....، اور اب دروازے کے نچلے حصے میں ایک تنگ سا شگاف پڑ گیا تھا جو ننھے بطخے کے لیے رینگ کر اندر جانے کیلئے کافی تھا.....، وہ خاموشی سے اندر چلا گیا اور رات کے لئے سر چھپانے کو جگہ حاصل کر لی۔

جھونپڑی میں ایک بُڑھیا، ایک باگڑ بلّے اور ایک مرغی کے ساتھ رہتی تھی۔ باگڑ بلا جسے جھونپڑی کی مالکن، ''میرا ننھا بیٹا'' کہہ کر پکارتی تھی.....، بہت ہی لاڈلا تھا.....، وہ اپنی کمر اُوپر اُٹھا کر ''غُر ر.....، غُرر'' کر سکتا تھا.....، حتیٰ کہ اگر غلط طریقے سے تھپتھپایا جاتا تو اپنی کھال کے بالوں سے شعلے بھی باہر نکال سکتا تھا۔ مرغی کی ٹانگیں بہت ہی چھوٹی تھیں۔ پس اُسے، ''مرغی چھوٹی ٹانگ'' پکارا جاتا تھا۔ وہ اچھے انڈے دیتی تھی اور اُس کی مالکن اُسے یوں پیار کرتی جیسے وہ اُس کی اپنی بچی ہو۔ جب صبح کے وقت عجیب و غریب مہمان کو دریافت کیا گیا تو باگڑ بلّے نے خرخر اور مرغی نے کک کک کرنا شروع کر دیا۔

''یہ شور کیسا ہے؟'' بُڑھیا نے کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا.....، لیکن اُس کی بینائی کچھ اچھی نہ تھی اس لئے جب اُس نے بدصورت بطخے کو دیکھا.....، اس نے خیال کیا کہ یہ ضرور کوئی موٹی تازی بطخ ہے جو دوسروں سے بچھڑ گئی ہے۔

''اوہ، کیا تحفہ ہے!'' اس نے کہا۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ بطخا نہیں کیونکہ پھر میں کچھ انڈے حاصل کر لوں گی! مجھے انتظار کرنا اور دیکھنا ہوگا۔'' پس ننھے بطخے کو تین ہفتوں کے لئے امتحان سے گزرنا پڑا لیکن انڈے کہاں سے آتے۔ اب گھر کا مالک تو باگڑ بلّا تھا اور مرغی تھی مالکن.....، ان سب کا تکیہ کلام تھا ''ہم اور باقی دنیا!'' کیونکہ وہ اپنے آپ کو نصف دنیا گردانتے تھے! بطخے کی سوچ اس کے برعکس تھی مگر مرغی کو یہ بات ناگوار گزرتی۔ ''کیا تم انڈے دے سکتے ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں!'' ''پھر کم از کم ہم پر اتنا رحم کرو کہ اپنی زبان قابو میں رکھو! کیا تم اپنی کمر اُوپر اُٹھا سکتے ہو.....، یا خرخر کر سکتے ہو.....، یا بالوں سے شعلے نکال سکتے ہو؟'' بگڑ بلّے نے کہا۔ ''نہیں'' ''پھر تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ دو سمجھدار لوگوں کی بات کاٹ کر اپنی رائے کا اظہار کرتے پھرو!'' پس بطخ حوصلہ ہارے کونے میں دبکا بیٹھا رہا۔ پھر اچانک اسے تازہ ہوا اور سورج کی روشنی یاد آنے لگی.....، تب اُسے پانی پر تیرنے کی اتنی زبردست خواہش محسوس ہوئی کہ وہ مرغی کو بتائے بغیر نہ رہ سکا۔

''کتنا احمقانہ خیال ہے!'' مرغی نے کہا۔ ''تم ناکارہ بیٹھے رہتے ہو.....، اسی لئے تم ایسے بے وقوفانہ تصورات رکھتے ہو.....، اگر تم بھی خرخر کر سکتے یا انڈے دے سکتے.....، تو ایسی احمقانہ سوچ نہ سوچتے!''

''پانی پر اِدھر اُدھر تیرنا بہت لطف اندوز ہوتا ہے!'' بطخ نے کہا۔ ''.....، اور جب نیچے تہہ تک غوطہ لگائیں تو پانی کو اپنے سر کے اُوپر محسوس کرنے سے بڑی تازگی ملتی ہے!''

''لطف اندوز.....، ہاں، ہاں!'' مرغی نے کہا۔ ''تم ضرور پاگل ہو! بلّے سے پوچھو.....، میں جتنے جانوروں کو جانتی ہوں وہ اُن سب سے زیادہ ہوشیار ہے.....، اس سے پوچھو کہ اُسے پانی پر اِدھر اُدھر تیرنا کیسا لگے گا.....، یا اس میں غوطہ لگانا.....، کیونکہ میں اپنی رائے کے متعلق نہیں بولوں گی.....، تم ہماری مالکن بوڑھی عورت سے پوچھو.....، دنیا میں اُس سے زیادہ سمجھدار اور کوئی بھی نہیں.....، تمہارا کیا خیال ہے وہ تیرنا پسند کرے گی.....، یا پانی کو اپنے سر کے اُوپر آنے دے گی؟''

''تم میری بات نہیں سمجھتی ہو!'' بطخ نے کہا۔

''ہم تمہاری بات نہیں سمجھتے.....؟ کیا معلوم تمھیں کوئی سمجھ بھی سکتا ہے؟ کیا تم خود کو بگڑ بلّے سے یا بُڈھیا سے زیادہ عقلمند سمجھتے ہو؟ چلو میری بات تو چھوڑو.....، ایسی احمقانہ باتیں ذہن میں نہ لاؤ.....، بچو! اپنی قسمت پر ناز کرو کہ تمہیں اتنا اچھا گھر مل گیا ہے.....، کیا تم یہاں ایک گرم کمرے میں نہیں ہو.....، اور ایسی صحبت میں جہاں سے شاید تم کچھ سیکھ سکو.....، لیکن تم بس ٹرٹر کرنے والے ہو.....، تمہارا ساتھ کسی کو گوارا نہیں.....، میرا یقین کرو.....، میں صرف تمہاری بھلائی کی بات کرتی ہوں.....، میں تمہیں شاید کئی ناخوشگوار حقیقتیں بتاؤں.....، لیکن یہی میری دوستی کا ثبوت ہے.....، اسی لئے میں تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے انڈے دینا یا خرخر کرنا سیکھ لو!''

''میرا دل چاہتا ہے کہ میں باہر کی دنیا دیکھوں!'' بطخ نے کہا۔

''ہاں.....، جاؤ!'' مرغی نے کہا۔ پس بدصورت بطخ نے جھونپڑی چھوڑ دی اور جلد ہی اُسے پانی مل گیا جس پر وہ تیر سکتا تھا اور جس میں وہ ڈبکیاں لگا سکتا تھا.....، لیکن دوسرے تمام جانور اُس کی بدصورتی کی وجہ سے اُس سے کنی کتراتے تھے۔ خزاں آئی اور جنگل میں پتے زرد اور سنہرے ہو گئے.....، پھر جونہی سردیاں آئیں.....، ہوا نے اُن پتوں کو پکڑ لیا اور اُنہیں یخ

بستہ فضا میں گھسن گھیریاں دینے لگی۔ اَولوں اور برف کے گالوں سے بھاری بھرکم بادل آسمان پر نیچے نیچے لٹک رہے تھے اور کوّا پودوں کے جُھنڈ پر بیٹھ کر'' کائیں کائیں کرر ہا تھا۔ سچ ہے کہ بطخے کا سردی کے مارے بُرا حال تھا۔ ایک شام جونہی سورج چمکتے بادلوں میں غروب ہوا، جھاڑیوں سے خوبصورت پرندوں کی ایک بڑی ڈار آئی۔ بدصورت بطخے نے اُن جیسے پرندے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ وہ لمبی گردنوں والے راج ہنس تھے۔ اور اُنہوں نے اپنی خوبصورت گردنوں کو خم دے رکھا تھا جبکہ اُن کے نرم سینے براق سفید دکھائی دے رہے تھے۔ جب وہ اپنے شاندار پَر پھیلا کر اُن ٹھنڈے علاقوں سے سمندر پار گرم ملکوں کو اُڑ کر جاتے تو سب ایک ہی آواز نکالتے۔ جونہی وہ فضا میں بلند سے بلند ہوتے گئے......، بدصورت چھوٹے بطخے نے اُنہیں دیکھتے ہوئے ایک بڑی عجیب سی چبھن اور کسک محسوس کی۔ اُس نے کسی پہیے کی طرح خود کو پانی میں گھمایا......، اپنی چونچ اُن کی طرف باہر نکالی اور ایسی عجیب چیخ ماری جس نے خود اُسے بھی ڈرا دیا۔ کیا وہ کبھی بھی اُن خوبصورت خوش وخرم پرندوں کو بھول سکے گا اور جب آخر میں وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے......، تو اُس نے پانی کے اندر ڈبکی لگائی......، اور جوش کے ساتھ خود ہی دوبارہ اُوپر آ گیا۔ وہ اُن پرندوں کے نام نہیں جانتا تھا نہ ہی اُسے یہ معلوم تھا کہ وہ اُڑ کر کہاں گئے ہیں لیکن اُس نے اُن کے لئے ایسی محبت محسوس کی کہ ایسی محبت پوری دنیا میں کسی دوسرے پرندے کے لئے محسوس نہ کی تھی۔ وہ اُس خوبصورت مخلوق سے حسد نہیں کرر ہا تھا۔ وہ ان کا مقابلہ کیسے کر سکتا تھا۔ وہ تو صرف یہ چاہتا تھا کہ کوئی اسے اُسی شکل میں قبول کر لے۔ بے چارہ بدصورت مخلوق!......، وہ تو اُن مرغابیوں کے ساتھ بھی خوشی خوشی رہ سکتا تھا......، مگر اُنہوں نے ہی اسے نہ چاہا۔ موسمِ سرما سرد سے سرد تر ہوتا گیا......، وہ اپنے آپ کو برف کی طرح جمنے سے بچانے کے لئے پانی میں اِدھر اُدھر تیرتے رہنے پر مجبور تھا لیکن ہر رات جس جگہ وہ تیرتا تھا' چھوٹی سے چھوٹی ہوتی جاتی۔ آخر کار وہ اتنی سخت جم گئی کہ جب وہ چلتا تو وہ اُس کے نیچے تڑخ تڑخ جاتی......، اور ننھے بطخے کو اُس جگہ کو جم کر مکمل بند ہو جانے سے روکنے کے لئے اپنی ٹانگیں جتنی زور سے وہ چلا سکتا تھا، چلانا پڑتیں۔ آخر وہ تھک گیا اور تیزی سے برف میں جمتے ہوئے بالکل ساکت و بے بس لیٹ گیا۔

صبح سویرے......، پاس سے گزرتے ہوئے ایک کسان نے بطخے کی حالت دیکھی اور اُس نے اپنے لکڑی کے جوتے سے برف کو ٹکڑوں میں توڑا اور بطخے کو اُٹھا کر اپنی بیوی کے پاس گھر لے گیا۔ حرارت نے بیچاری ننھی مخلوق میں نئی جان ڈال دی......، لیکن جب بچوں نے اُس کے ساتھ کھیلنا چاہا تو ننھا بطخا سمجھا کہ وہ اُسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں پس وہ ڈرنے اور خوف محسوس کرنے لگا......، اور پھڑ پھڑاتے ہوئے دودھ والی کڑاہی میں جا گرا......، سارے دودھ کے چھینٹے باہر کمرے میں اِدھر اُدھر گر گئے......، پھر مالکن نے زور سے تالی بجائی جس نے اُسے اور بھی خوفزدہ کر دیا......، وہ پہلے تو اُڑ کر مکھن والی چاٹی میں گرا......، پھر کھانے والے طباق میں......، پھر دوبارہ باہر! وہ کیسی بُری حالت میں تھا......، عورت چلاّئی اور اُسے چمٹا

دے مارا.....، بچے قہقہے لگاتے اور چیختے چلاتے رہے اور اُسے پکڑنے کی کوشش میں ایک دوسرے پر گرتے پڑتے، اُدھم مچاتے رہے لیکن خوش قسمتی سے وہ بچ نکلا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا.....، وہ بیچارہ بس باہر لمبی گھاس میں ہی جا گھسا.....، اور تازہ تازہ گری ہوئی برف میں بالکل تھکا ہارا لیٹ گیا۔

سردیوں میں اس پر کیا کیا آفتیں آئیں، اِن کا ذکر تمھیں افسردہ نہ کر دے، اس لئے اب یہ بتاتا ہوں کہ جب سردیاں گزر گئیں تو اُس نے ایک صبح خود کو ایک آبی جگہ میں "ڈاب" کے اندر لیٹے ہوئے پایا۔ اُس نے چمکتی دُھوپ محسوس کی.....، اور پسینے کو گاتے ہوئے سُنا.....، اور دیکھا کہ اِرد گرد ہر طرف خوبصورت بہار کا موسم ہے۔ جب اُس نے اپنے پروں کو پھڑ پھڑایا تو اسے محسوس ہوا کہ اُس کے پر تو مضبوط ہیں.....، اور پھر وہ ہوا میں بلند ہو گیا۔ اُس کے پر اُسے آگے بڑھاتے

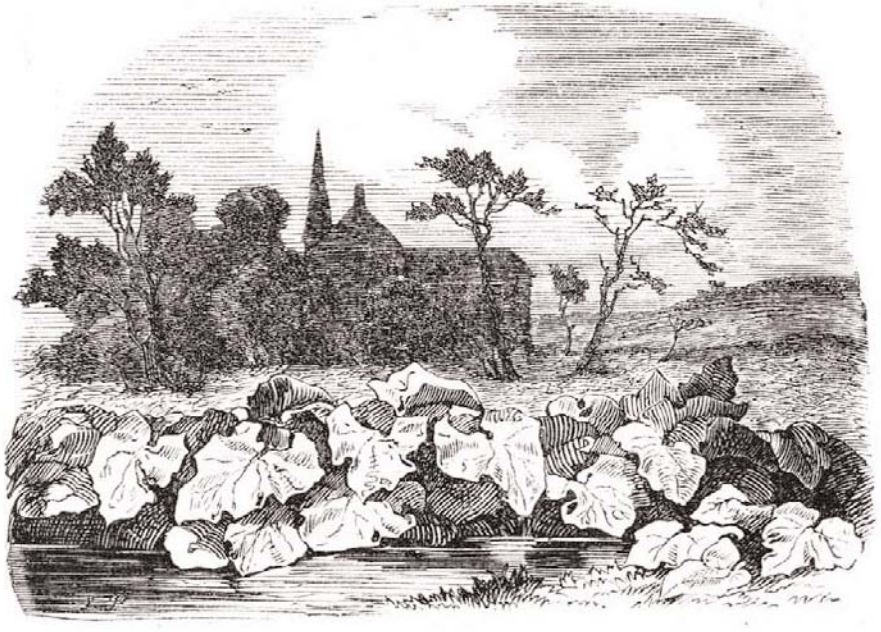

گئے حتیٰ کہ وہ یہ جانے بغیر کہ یہ کیسے ہوا، ایک وسیع و عریض باغ میں پہنچ گیا۔ سیب کے درختوں پر پُورا جوبن تھا.....، شبدر کے درخت اپنی لمبی سبز شاخوں کو اِس طرح جھکائے ہوئے تھے کہ وہ گھاس کے ایک گول قطعے کے اردگرد گھومتی ہوئی ندی کی سطح کو چھو رہی تھیں۔

نئی نویلی بہار کی تازگی میں ہر شے خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ قریب کے ایک جھنڈ سے اپنے پَر سنوارتے ہوئے پر سکون پانی پر نرمی سے تیرتے ہوئے سفید رنگ کے تین خوبصورت راج ہنس آئے۔ بدصورت بطخے کو وہ پیارے پرندے یاد آ گئے.....، وہ عجیب سے انداز میں خود کو پہلے سے کہیں زیادہ اُداس اور غمگین محسوس کرنے لگا۔

''میں اُن شاہانہ پرندوں تک اُڑ کر پہنچ جاؤں گا!'' اُس نے کہا۔.....، اور وہ مجھے مار ڈالیں گے کیونکہ میں اتنا بدصورت ہو تے ہوئے بھی اُن میں شامل ہونے کی جرأت کروں گا.....، لیکن اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا.....، مُرغابیوں سے چونچیں چُھوانے.....، مُرغیوں سے مار کھانے.....، جانوروں کو دانہ ڈالنے والی لڑکی سے دھکے کھانے.....، یا جاڑے میں بھوکے پیاسے رہنے سے تو یہی بہتر ہے!''

پھر وہ اُڑ کر پانی کی طرف چلا گیا اور خوبصورت راج ہنسوں کی طرف تیرنے لگا۔ جس لمحے اُنہیں اُس اجنبی کا شبہ ہوا.....، وہ اپنے پَر پھیلائے، اُس سے ملنے کو دوڑے۔ ''مجھے مار ڈالو!'' بیچارے بطخے نے کہا اور اپنا سر پانی کی سطح پر نیچے کو جھکا کر موت کا انتظار کرنے لگا۔

لیکن پانی کی شفاف سطح پر اُس نے کیا دیکھا؟ خود اُس کا اپنا عکس.....، جو کہ اب نہ کوئی سیاہی مائل تھا.....نہ خاکی رنگا بدصورت.....، اور نہ ہی دیکھنے میں برا.....، بلکہ وہ ایک پیارا اور خوبصورت ''راج ہنس'' تھا.....، کیا ہوا جو وہ بطخوں کے غول میں پیدا ہوا تھا' نکلا تو وہ ''راج ہنس'' کے انڈے ہی کے اندر سے تھا! اب وہ اُن سب دُکھوں اور تکلیفوں پر خوشی محسوس کرنے لگا تھا جو اُس نے برداشت کی تھیں، کیونکہ دکھ کے بعد سکھ ملے تو اور اچھا لگتا ہے۔ اب سارے راج ہنس اُس نئے آنے والے کے اردگرد تیرتے ہوئے اسے خوش آمدید کہنے کے طور پر اپنی چونچوں سے اُس کی گردن گدگدا رہے تھے۔

تب باغ میں کچھ چھوٹے بچے آ گئے.....، اور اُنہوں نے پانی میں روٹی اور کیک کے ٹکڑے پھینکے۔

''دیکھو!'' اُن بچوں میں سب سے چھوٹا چلّایا۔ ''وہاں ایک نیا ''راج ہنس'' بھی ہے!'' اور باقی بچے بھی اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی سے نعرے لگاتے.....، تالیاں بجاتے.....، ناچتے کودتے اپنے ماں باپ کی طرف دوڑے۔ ''ایک نیا راج ہنس آیا ہے.....، ایک نیا راج ہنس آ گیا!''

پھر اُنہوں نے پانی میں کچھ اور روٹی اور کیک پھینکے اور کہا، ''نیا راج ہنس تو سب سے زیادہ خوبصورت ہے.....، اور وہ کتنا جوان اور توانا ہے!'' اور وہاں پہلے سے رہنے والے راج ہنسوں نے اُس کے سامنے اپنے سر جھکا دیئے۔ اس پر وہ کافی

نادم ہوا اور اُس نے اپنا سر پروں کے نیچے چھپا لیا کیونکہ اسے کچھ نہیں سوجھ رہا تھا کہ کیا کرے.....، وہ بہت زیادہ خوش تھا .....، لیکن پھر بھی مغرور ہرگز نہیں تھا کیونکہ وہ اچھے دل کا مالک تھا اور اچھے دل والا کبھی مغرور نہیں ہوتا۔ اُسے اپنی بدصورتی کی وجہ سے دوسروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بننا پڑا تھا.....، اور اب اُس نے اُنہیں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ وہ تمام پرندوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے حتیٰ کہ شبدر کے درختوں نے بھی اپنی شاخیں اُس کے سامنے پانی میں جھکا دیں.....، گرم اور روشن دھوپ چمک رہی تھی.....، پھر اُس نے اپنے پر سہلائے.....، اپنی نرم اور لمبی گردن کو خم دیا.....، اور اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے بہت خوشی کے ساتھ چلّایا.....، ”جب میں ایک بدصورت بطخا تھا تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ میری قسمت میں اتنی خوشیاں ہیں!“

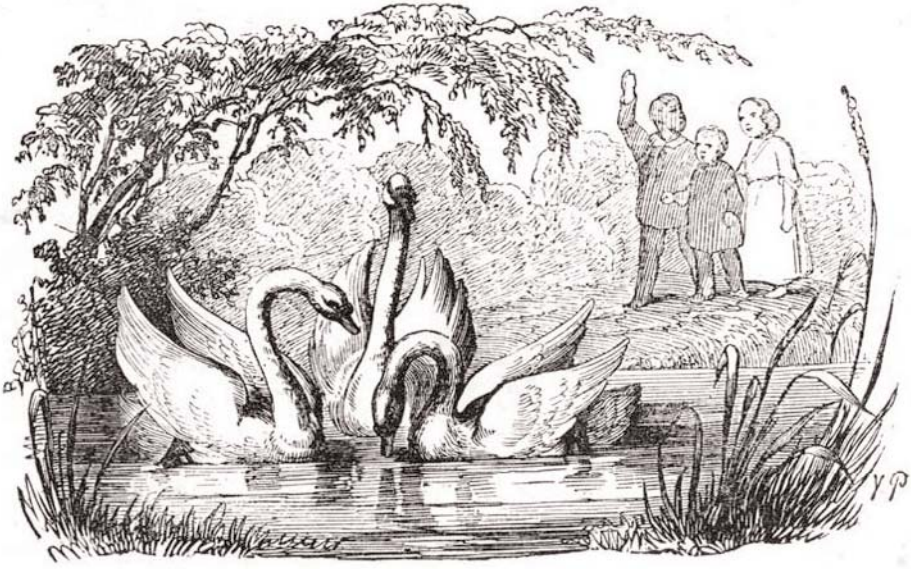

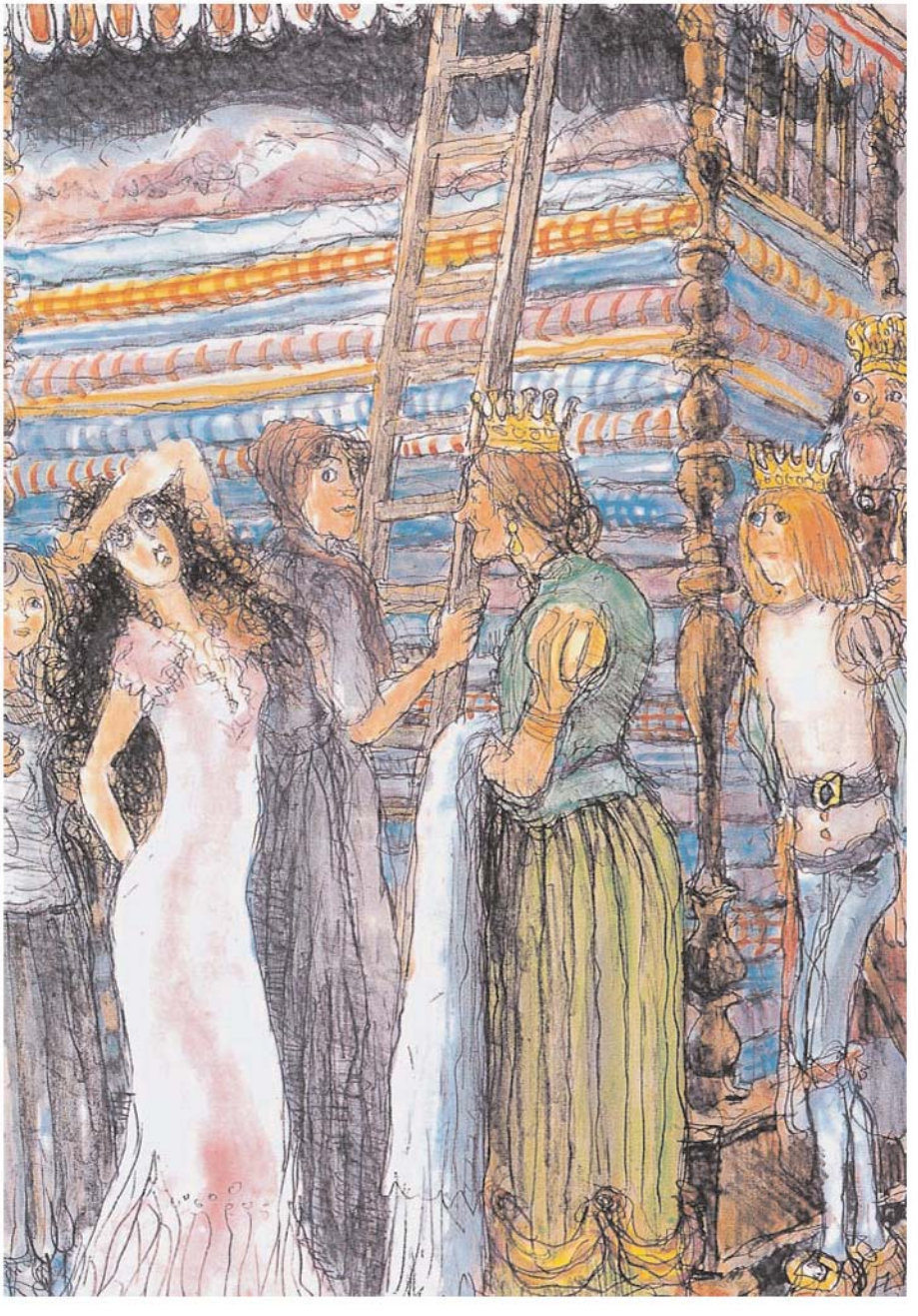

شہزادی اور مٹر کا دانہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شہزادہ تھا جو صرف کسی شہزادی ہی سے شادی کرنا چاہتا تھا؛ لیکن وہ ایک اصلی شہزادی ہونی چاہیے تھی۔ اُس نے پوری دنیا کا سفر کیا تا کہ ایسی شہزادی کو تلاش کر سکے۔ لیکن وہ جو چاہتا تھا وہ اُسے کسی بھی جگہ نہ ملی۔ شہزادیاں تو بہت ساری تھیں، لیکن یہ جاننا بہت مشکل تھا کہ وہ اصلی ہی تھیں۔ ان کے متعلق ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایک بات ایسی ہوتی جو ویسی نہ ہوتی جیسی ہونی چاہیے تھی۔ سو وہ گھر لوٹ آیا اور اُداس رہنے لگا۔ کیونکہ اسے بہت خواہش تھی کہ اسے ایک اصلی شہزادی مل جائے۔

ایک شام ایک ہولناک طوفان آیا؛ بادل گرج رہے تھے اور بجلیاں کڑک چمک رہیں تھیں، اور موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ اچانک محل کا دروازہ کھٹکھٹائے جانے کی آواز سنائی دی، اور بوڑھا بادشاہ اُسے کھولنے کے لیے خود گیا۔

یہ ایک شہزادی تھی جو وہاں باہر دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ لیکن اُف خدایا! بارش اور ہوا نے اُس کا حلیہ کیسا بنا دیا تھا۔ پانی اس کے بالوں اور کپڑوں سے نیچے بہہ رہا تھا؛ اور اس کے جوتوں کے اندر پنجوں تک داخل ہو کر ایڑھیوں سے واپس نکل رہا تھا۔ اور پھر بھی اس کا کہنا تھا کہ وہ ایک اصلی شہزادی ہے۔

''اچھا، چلو ٹھیک ہے! ہم جلد ہی پتا لگا لیں گے۔'' بوڑھی ملکہ نے دل ہی دل میں سوچا۔ اور خواب گاہ کی طرف چلی گئی، اب اُس نے بستر سے سب چیزیں اٹھائیں، اور پلنگ کے اوپر عین وسط میں مٹر کا ایک دانہ رکھ دیا، اس کے بعد اُس نے بیس گدّے لیے اور انہیں ایک دوسرے کے اوپر مٹر کے دانے پر رکھ دیا، اور پھر ان گدّوں کے اوپر بیس نرم رضائیاں بھی بچھا دیں۔

اس بستر پر شہزادی کو سلایا گیا۔

صبح انہوں نے اُس سے پوچھا کہ وہ رات کیسے سوئی تھی۔

''اوہ، بہت ہی بری طرح سے!'' اُس نے کہا۔ ''میں اپنی آنکھیں شائد ساری رات بند نہیں کر سکی۔ خدا ہی جانتا ہے کہ بستر میں کیا تھا، لیکن میں کسی سخت چیز پر لیٹی ہوئی تھی، اور میرا سارے جسم پر نیلے پیلے نشان پڑھ گئے ہیں، جو کافی تکلیف دہ ہیں۔

اب وہ جان گئے تھے کہ وہ ایک اصلی شہزادی تھی کیونکہ اُس نے بیس گدّوں اور بیس نرم رضائیوں کے نیچے سے بھی مٹر کے دانے کو محسوس کر لیا تھا۔ اور سوائے ایک اصلی شہزادی کے کوئی اور اتنا حساس ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

تب شہزادے نے اُسے اپنی بیوی بنالیا' کیونکہ وہ اب جان گیا تھا کہ اسے ایک اصلی شہزادی مل گئی ہے: اور اُس مٹر کے دانے کو عجائب گھر میں سجادیا گیا۔ جہاں اُسے ابھی بھی دیکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ کسی نے اسے وہاں سے چوری نہ کرلیا ہو۔ دیکھا' اسے کہتے ہیں اصلی کہانی۔

سوختہ دان

ایک سپاہی بڑی سڑک پر مارچ کرتا آ رہا تھا: ''لفٹ' رائٹ --- لفٹ' رائٹ'' اُس نے اپنا کرمچ کا تھیلا اپنی کمر پر اٹھا رکھا تھا' اور تلوار اپنے پہلو میں لٹکا رکھی تھی; وہ جنگوں میں شامل رہا تھا اور اب گھر واپس آ رہا تھا۔ جب وہ سڑک پر آگے بڑھا تو اسے ایک بڑی ڈراؤنی شکل والی ایک جادوگرنی ملی۔ اس کا نچلا ہونٹ اس کی چھاتی تک نیچے لٹکا ہوا تھا۔ ''شام بخیر' سپاہی! تمھاری تلوار بہت اچھی ہے اور تمھارا کرمچ کا تھیلا بہت بڑا ہے' اور تم ایک اصلی فوجی ہو اس لئے اب تمھارے پاس اتنے پیسے ہونے چاہئیں جتنے کہ تم چاہو۔

''بہت شکریہ' اے بوڑھی جادوگرنی۔'' سپاہی نے کہا۔

''کیا تم وہ بڑا درخت دیکھ سکتے ہو۔'' بوڑھی جادوگرنی نے ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو کہ ان کے قریب ہی تھا۔ یہ اندر سے بالکل کھوکھلا ہے' اور تمھیں اس کی چوٹی پر لازماً چڑھنا پڑے گا۔ پھر تمھیں ایک سوراخ دکھائی دے گا۔ جس کے ذریعے تم درخت کے اندر سے پھسلتے ہوئے نیچے ایک بڑی گہرائی میں جا سکتے ہو۔ میں تمھارے جسم کے گرد ایک رسہ باندھ دوں گی۔ تاکہ جب تم مجھے آواز دو تو میں تمھیں دوبارہ اوپر کھینچ لوں۔

''لیکن مجھے اس درخت کے اندر نیچے کرنا کیا ہے؟'' سپاہی نے پوچھا۔

''پیسے لانے ہیں۔'' اُس نے جواب دیا۔ ''تمھیں یہ لازمی معلوم ہونا چاہیے کہ جب تم درخت کے نیچے زمین پر پہنچ جاؤ گے تو تم اپنے آپ کو ایک بڑے ہال میں پاؤ گے جو کافی روشن ہوگا کیونکہ وہاں سینکڑوں چراغ جل رہے ہونگے; پھر تمھیں تین دروازے نظر آئیں گے' جو بڑی آسانی سے کھولے جا سکتے ہیں' کیونکہ کنجیاں ابھی تالوں کے اندر ہی ہیں۔ کمروں میں سے پہلے کمرے میں داخل ہونے پر' تم ایک بڑا صندوق دیکھو گے' یہ فرش پر درمیان میں پڑا ہوگا۔ اور اس کے اوپر ایک کتا بیٹھا ہوگا۔ اس کی آنکھیں اتنی بڑی ہیں کہ جیسے چائے کی پیالیاں! لیکن تمھیں اس سے ڈرنے کی بالکل کوئی ضرورت نہیں' میں تمھیں اپنا ''نیلا چارخانہ ایپرن'' دوں گی اسے تم لازماً فرش پر بچھا دینا' اور پھر بڑی مضبوطی سے کتے کو پکڑ لینا اور اُسے اس پر بٹھا دینا۔ پھر تم صندوق کھولنا اور اس میں جتنے پیسے تم چاہو اُٹھا لینا۔ یہ صرف تانبے کے پیسے ہیں; لیکن اگر تم چاندی کے سکے لینا چاہو تو پھر تمھیں دوسرے کمرے میں لازمی جانا ہوگا۔ یہاں تم ایک اور کتا پاؤ گے' آنکھیں اس کی اتنی بڑی ہیں کہ جیسے پن چکی کے پُرزے; لیکن اُس کی پرواہ مت کرنا۔ اسے میرے ایپرن پر بٹھانا' اور پھر جتنے پیسوں سے تم خوش ہو سکو لے لینا۔ اور ہاں' اگر تمھیں سونے کے پیسے زیادہ پسند ہیں تو تیسرے کمرے میں داخل ہونا' وہاں ایک اور صندوق ان سے بھرا ہوگا۔ کتا جو

اس صندوق پر بیٹھتا ہے، بہت ہی خوفناک ہے: اس کی آنکھیں شہر کے گول مینار کی طرح بڑی ہیں' لیکن تمھیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر اُسے بھی میرے اپرن پر بٹھا دیا جائے تو وہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور پھر تم صندوق میں سے جتنا سونا چاہو اٹھا سکتے ہو۔''

''یہ کوئی مشکل بات نہیں۔'' سپاہی نے کہا۔ ''لیکن اس کے بدلے میں تم کیا چاہو گی؟ میرا خیال ہے کہ تم کچھ معاوضہ تو چاہو گی!''

''نہیں'' بوڑھی جادوگرنی نے کہا۔ میں ایک پیسہ تک نہیں لوں گی! تم صرف مجھے وہاں سے وہ ''سوختہ دان'' لا دینا جو میری نانی ماں تب وہاں بھول گئی تھی جب وہ آخری بار وہاں نیچے گئی تھی۔''

''لو پھر میری کمر کے گرد رسّہ باندھ دو۔'' سپاہی بولا۔

''یہ رہا۔'' جادوگرنی بولی۔ ''اور یہ لو میرا نیلا چار خانہ اپرن۔''

جونہی سپاہی کی کمر میں رسّہ باندھا گیا' وہ یکدم درخت پر چڑھ گیا اور اُس کے کھوکھلے تنے کے اندر سے نیچے جا پہنچا: یہاں اُسے بالکل ویسا ہی دکھائی دیا جیسا کہ جادوگرنی نے اسے بتایا تھا۔ ایک بڑا ہال' جس میں کئی سو چراغ جل رہے تھے۔

پھر اُس نے پہلا دروازہ کھولا۔ '' اوہ!'' وہاں وہ کتا بیٹھا اسے گھور رہا تھا۔ جس کی آنکھیں چائے کی پیالیوں کے برابر تھیں۔

''تم ایک اچھے کتے ہو۔'' سپاہی نے کہا اور اسے اُٹھا کر جادوگرنی کے اپرن کو بچھا کر اُس پر بٹھا دیا۔ اور پھر اُس نے صندوق کھولا اور اُس میں سے پیسے نکال کر اپنی جیبیں اور تھیلا بھر لیا اور پھر صندوق بند کر کے کتے کو دوبارہ اس کے اوپر بٹھا دیا۔ اور خود دوسرے کمرے کی جانب چل دیا۔ یہاں بھی ایک کتا بیٹھا ہوا تھا جس کی آنکھیں پن چکی کے پڑوں جتنی بڑی تھیں۔

''تمھیں میری طرف یوں نہیں گھورنا چاہیے۔'' سپاہی نے کہا۔ ''تمھاری آنکھیں درد کرنے لگیں گی۔'' اور پھر سپاہی نے اسے بھی اپرن پر بٹھا دیا اور صندوق کو کھولا۔ اور جب اُس نے دیکھا کہ وہاں اتنی بڑی مقدار میں چاندی کے سکے پڑے ہیں تو اُس نے فوراً اپنی جیبوں اور تھیلے سے تانبے کے سکے نکال باہر پھینکے اور انھیں چاندی کے سکوں سے بھر لیا۔ اب وہ تیسرے کمرے میں پہنچا۔ اور یہاں پر کتا واقعی میں بہت ہیبتناک تھا۔ اس کی آنکھیں واقعی میں گول مینار جتنی بڑی تھیں اور وہ اس کے ماتھے پر پہیوں کے طرح گھوم رہی تھی۔

''شام بخیر'' سپاہی نے کہا۔ اور اپنی ٹوپی کو چھوا۔ اُس نے ایسا کتا اپنی زندگی میں کبھی پہلے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن اسے کچھ بغور دیکھنے کے بعد' اس نے سوچا کہ وہ کچھ زیادہ ہی مہذب ہو گیا ہے۔ تب اُس نے کتے کو فرش پر بٹھایا اور صندوق کو کھولا۔ سپاہی

کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ یہاں اتنی بڑی مقدار میں سونا پڑا ہوا تھا! وہ اس سے پوری منڈی اور کیک بیچنے والی عورتوں کے سارے کیک مٹھائیاں خرید سکتا تھا۔ اور ٹین کے بنے سپاہی' چابک اور دنیا بھر کے جھولنے والے لکڑی کے گھوڑے خرید سکتا تھا۔ بلکہ پورے کوپن ہیگن کو خرید سکتا تھا۔ اتنی مقدار میں سونا! سونے کے اتنے پیسے!! اب سپاہی نے اپنی جیبوں اور تھیلے سے چاندی کے سکے باہر نکال دیئے اور انہیں سونے سے بھر لیا۔ اور نہ صرف اس نے اپنی جیبوں اور تھیلے کو بھر لیا بلکہ اپنی ٹوپی اور اپنے بوٹوں کو بھی سونے کے سکوں سے بھر لیا۔ اب وہ بمشکل ہی چل سکتا تھا۔ اب وہ بہت امیر ہو گیا تھا؛ اُس نے کتے کو صندوق کے اوپر بٹھایا' دروازہ بند کیا اور درخت کے کھوکھلے تنے کے اندر سے باہر آواز لگایا:

''بڈھی جادوگرنی' اب مجھے باہر کھینچو!''

''کیا تم نے ''سوختہ دان'' حاصل کر لیا ہے۔'' جادوگرنی نے پوچھا۔

''نہیں' یہ سچ ہے؛ وہ تو میں بالکل ہی بھول گیا ہوں۔'' سپاہی بولا۔ اور تب اس نے واپس جا کر ''سوختہ دان'' اٹھایا اور پھر جادوگرنی نے اسے درخت کے کھوکھلے تنے کے اندر سے کھینچ کر اوپر باہر نکالا۔ اور اب وہ دوبارہ بڑی سڑک پر کھڑا تھا۔ اُس کی جیبیں' تھیلا' ٹوپی اور اُس کے لمبے بوٹ' سب سونے سے بھرے ہوئے تھے۔

''تم اس ''سوختہ دان'' کا کیا کرو گی؟ سپاہی نے پوچھا۔

''اس سے تمھیں کوئی مطلب نہیں۔'' جادوگرنی بولی۔ ''تمھیں پیسے مل گئے ہیں' اب یہ ''سوختہ دان'' مجھے دو۔''

''میں تم سے کہتا ہوں' سپاہی بولا۔'' اگر تم مجھے نہیں بتاؤ گی کہ تم اس سے کیا کرنے والی ہو تو میں اپنی تلوار کھینچ کر تمھارا سر قلم کر دوں گا۔''

''نہیں!'' جادوگرنی بولی۔

سپاہی نے فوراً ہی اس کا سر قلم کر دیا اور اب وہ وہاں زمین پر مری پڑی تھی۔ تب سپاہی نے اپنے سارے پیسے اُس کے اپرن میں باندھے اور انہیں ایک گٹھڑی کی طرح کمر پر ڈالا اور ''سوختہ دان'' کو اپنی جیب میں رکھا اور ایک قریبی قصبے کی جانب چل دیا۔

یہ ایک بہت ہی اچھا قصبہ تھا۔'' اور وہ ایک سب سے عمدہ ''سرائے'' کے بہترین کمرے میں ٹھہرا اور اپنی پسند کے کھانے منگوائے کیونکہ اب وہ امیر ہو چکا تھا اور اس کے پاس بہت پیسے تھے۔

نوکر' جس نے اُس کے جوتے صاف کئے' اس نے سوچا کہ جوتوں کا یہ جوڑا یقیناً ایسا نہیں کہ اسے کوئی معزز رئیس پہنے۔ مگر سپاہی نے تو ابھی تک اپنے لئے نئے جوتے خریدے ہی نہیں تھے۔ تاہم اگلے دن اس نے کچھ نئے کپڑے خریدے اور اچھے بوٹوں کا ایک جوڑا بھی۔ اور پھر وہ سپاہی جلد ہی ایک معزز رئیس کے طور پر پہچانا جانے لگا۔ لوگ اس سے ملاقات کرنے

آتے۔انہوں نے اسے قصبے میں موجود اُن تمام عجائبات کے بارے میں بتایا جو قابل دید تھے۔اور اپنے بادشاہ اور اس کی خوبصورت بیٹی، شہزادی کا ذکر بھی کیا۔

''میں اسے کہاں دیکھ سکتا ہوں؟'' سپاہی نے پوچھا۔

''اسے کسی بھی طرح سے نہیں دیکھا جا سکتا۔'' وہ سارے بیک زبان بولے۔''وہ تانبے کے بنے ایک بڑے محل میں رہتی ہے، جس کے اردگرد بڑی اونچی اونچی دیواریں اور بُرج ہیں۔سوائے بادشاہ کے کوئی دوسرا ان کے اندر نہیں جا سکتا۔کیونکہ شہزادی کے بارے میں ایک پیشینگوئی ہے کہ وہ ایک عام سپاہی سے شادی کرے گی، اور بادشاہ ایسی شادی کا تصور تک کرنا برداشت نہیں کر سکتا۔''

''لیکن میں اسے دیکھنا بہت زیادہ پسند کروں گا۔'' سپاہی نے سوچا؛ اگرچہ وہ ایسا کرنے کے لیے اجازت حاصل نہ کر سکا۔لیکن اس نے اپنا وقت بہت ہی خوشگوار طریقے سے گزارا؛ وہ تھیٹر میں گیا۔شاہی باغ میں سواری کی اور قصبے کے غریبوں کو کافی پیسے دیئے؛ یہ اُس کے لیے بہت ہی ضروری تھا کیونکہ اُسے اپنا غریب ماضی ابھی تک یاد تھا۔ بے شک اب وہ امیر ہو گیا تھا، اس کے پاس بہترین کپڑے تھے، اور بہت سارے دوست۔اُن سب نے اسے بتایا کہ وہ ایک بہترین انسان اور حقیقی شریف آدمی ہے۔اور یہ سب کچھ سن کر وہ بہت خوش ہوا۔لیکن اُس کے پیسے آہستہ آہستہ اب ختم ہو رہے تھے۔جوں جوں وہ انہیں ہر روز خرچ کرتا اور لوگوں میں بانٹتا گیا وہ ختم ہوتے گئے اور آمدن کا کوئی دوسرا ذریعہ تو اس نے بنایا نہ تھا۔پھر ایک دن ایسا آیا کہ اس کے پاس صرف دو شیلنگ باقی رہ گئے۔اور تب وہ مجبور ہو گیا کہ وہ اپنا خوبصورت آرام دہ کمرہ چھوڑ کر سرائے کی چھت کے نیچے دوسری منزل کے ایک چھوٹے سے کمرے میں منتقل ہو جائے۔یہاں اسے اپنے جوتے خود صاف کرنے پڑے اور ضرورت پڑنے پر ایک بڑی سوئی کے ساتھ ان کی مرمت بھی خود ہی کرنی پڑی۔اس کا کوئی ایک دوست بھی اس سے ملنے نہ آتا۔بہانہ یہ ہوتا کہ اُس کے کمرے تک جانے کی سیڑھیاں بہت زیادہ ہیں۔

ایک اندھیری رات اُس کے پاس ایک پیسہ تک نہ تھا کہ وہ ایک موم بتی ہی خرید لے؛ لیکن پھر اچانک اسے خیال آیا کہ وہ ''سوختہ دان'' جو وہ پرانے کھوکھلے درخت سے لایا تھا اور جس کے لیے بوڑھی جادوگرنی نے اُس کی مدد کی تھی، اس کے ساتھ ایک موم بتی بھی تو چپٹی ہوئی تھی۔تب اس نے جھٹ سے ''سوختہ دان'' تلاش کیا، لیکن جونہی اس نے اس میں سے چقماق نکال کر اسے رگڑا اور ابھی اس سے چند چنگاریاں ہی نکلیں ہوں گی کہ یکدم کمرے کا دروازہ بڑے زور سے کھلا اور وہاں چائے کی پیالیوں جیسی بڑی بڑی آنکھوں والا ایک کتا آ کھڑا ہوا تھا۔وہ اس کتے کو درخت کے نیچے دیکھ چکا ہوا تھا۔''کیا حکم ہے؟ میرے مالک!'' کتے نے بڑی حلیمی سے پوچھا۔

''آہا!'' سپاہی بولا۔ یہ ایک پرلطف ''سوختہ دان'' ہے۔اس نے سوچا۔کیا مجھے وہ کچھ مل جائے گا جو میں چاہتا ہوں۔

''میرے لئے کچھ پیسے لاؤ۔'' اس نے کتے سے کہا اور پھر ایک لمحے میں کتا غائب ہو گیا اور ابھی سپاہی نے اسے اِدھر اُدھر دیکھنے کے لیے گردن بھی نہیں موڑی تھی کہ وہ پھر اس کے سامنے تھا۔ اس نے اپنے منہ میں تانبے کے پیسوں سے بھرا ایک بڑا تھیلا دبا رکھا تھا۔

سپاہی کو فوراً ہی معلوم ہو گیا کہ ''سوختہ دان'' کتنا غیر معمولی اور کارآمد تھا۔ اب اگر وہ چقماق کو ایک بار رگڑتا تو وہ کتا جو تانبے کے پیسوں والے صندوق پر بیٹھا ہوا تھا وہ یکدم حاضر ہو جاتا اور اگر وہ اسے دو بار رگڑتا تو چاندی کے پیسوں والے صندوق والا کتا آن حاضر ہوتا اور اگر وہ چقماق کو تین بار رگڑتا تو وہ کتا حاضر ہو جاتا جس کی آنکھیں گول مینار جتنی بڑی تھیں اور جو سونے والے صندوق پر پہرہ دیتا تھا۔ سپاہی کے پاس اب بے تحاشا پیسے تھے؛ اس نے پھر سے اپنے آرام دہ خوبصورت کمروں میں رہنا شروع کر دیا تھا اور دوبارہ اپنے عمدہ و نفیس کپڑے زیب تن کر لیے تھے۔ اور اب اس کے سارے دوست بھی اس کے پاس واپس لوٹ آئے تھے اور اس کی پہلے کی طرح تعظیم کرنے لگے تھے۔

کچھ ہی عرصے میں سپاہی نے یہ سوچنا شروع کر دیا کہ یہ کتنا عجیب تھا کہ کوئی بھی شہزادی کی ایک جھلک تک نہیں دیکھ سکتا

تھا۔ ''ہر کوئی کہتا ہے کہ وہ بہت ہی خوبصورت ہے۔'' اس نے خود سے سرگوشی کی۔ ''لیکن اگر اسے قلعے کے اندر ہی بند رکھا جانا ہے تو پھر اس کا کیا فائدہ۔ اور قلعہ بھی ایسا کہ برجوں میں گھرا ہوا۔ لیکن کیا میں اسے کسی طریقے سے دیکھ سکتا ہوں؟'' اس نے سوچا۔ ''ٹھہرو!'' اسے خیال آیا۔ ''میرا'' سوختہ دان کہاں ہے؟'' اور پھر اُس نے سوختہ دان سے چقماق لے کر ایکبار رگڑا اور ایک ہی لمحے میں چائے کی پیالوں جیسی بڑی آنکھوں والا کتا اس کے سامنے حاضر کھڑا تھا۔

''اب نصف شب ہے۔'' سپاہی نے کہا۔ ''میں شہزادی کو دیکھنا چاہوں گا' بیشک یہ ایک ہی لمحے کے لئے کیوں نہ ہو۔''

کتا فوراً ہی غائب ہو گیا اور اس سے پہلے کہ سپاہی ادھر اُدھر کچھ دیکھ سکتا' کتا شہزادی کو لئے واپس بھی پہنچ چکا تھا۔ شہزادی کتے کی پیٹھ پر لیٹی سوئی ہوئی تھی۔ اور اتنی خوبصورت دکھائی دے رہی تھی کہ اگر کوئی اسے دیکھتا تو یقیناً یہی کہتا کہ وہ ایک اصلی شہزادی ہے۔ سپاہی اس کا بوسہ لینے کے لیے اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔ آخر وہ بھی ایک اصل سپاہی تھا۔

اب کتا شہزادی کو لے کر واپس چلا گیا تھا: لیکن اگلے دن صبح بادشاہ اور ملکہ کے ساتھ میز پر ناشتہ کرتے ہوئے' شہزادی نے انہیں بتایا کہ رات اس نے ایک نہایت عجیب خواب دیکھا ہے۔ ایک سپاہی اور ایک کتا ہے۔ اور وہ کتے کی پیٹھ پر سوار تھی اور سپاہی نے اس کا بوسہ لیا تھا۔

''کہانی تو بری نہیں!'' ملکہ بولی۔

اگلی رات ایک بوڑھی شاہی نوکرانی کو شہزادی کے بستر کے قریب بٹھا دیا گیا تا کہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ کیا واقعی میں وہ ایک خواب ہی تھا جو شہزادی نے دیکھا تھا یا کچھ اور تھا۔

اب سپاہی شہزادی کو دوبارہ دیکھنے کے لئے پھر بہت بیتاب تھا۔ لہٰذا اس نے کتے کو دوبارہ بھیجا اور وہ شہزادی کو اُٹھا کر جتنی تیزی سے بھاگ سکتا تھا بھاگا۔ لیکن بوڑھی نوکرانی نے اپنے برساتی بوٹ پہنے اور اس کے پیچھے اُتنی ہی تیزی سے بھاگی جتنا وہ بھاگ رہا تھا۔ بوڑھی نوکرانی نے دیکھا کہ وہ شہزادی کو لے کر ایک بڑے گھر میں داخل ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ اس گھر کے بڑے دروازے پر چاک کے ٹکڑے سے کاٹے کا ایک نشان لگا دے تو صبح اسے یاد رہے گا کہ وہ کونسا گھر تھا جہاں کتا شہزادی کو لایا تھا۔ اس نے نشان لگایا اور پھر سونے کے لیے واپس لوٹ گئی۔ اور اتنی دیر میں کتا بھی شہزادی کو واپس چھوڑ گیا تھا۔ اور جب کتا واپس جا رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ سپاہی کے گھر کے بڑے دروازے پر کاٹے کا ایک نشان بنا ہوا تھا۔ اُس نے بھی چاک کا ایک ٹکڑا لیا اور سارے شہر کے دروازوں پر اسی طرح کے نشان لگا دیئے تا کہ شاہی خدمتگار عورت اصل دروازے کی پہچان ہی نہ کر سکے۔

اگلی صبح سویرے بادشاہ' ملکہ اور دوسرے شاہی افسر سب بوڑھی شاہی خدمتگار کے پیچھے پیچھے یہ دیکھنے جا رہے تھے کہ شہزادی کہاں گئی تھی۔

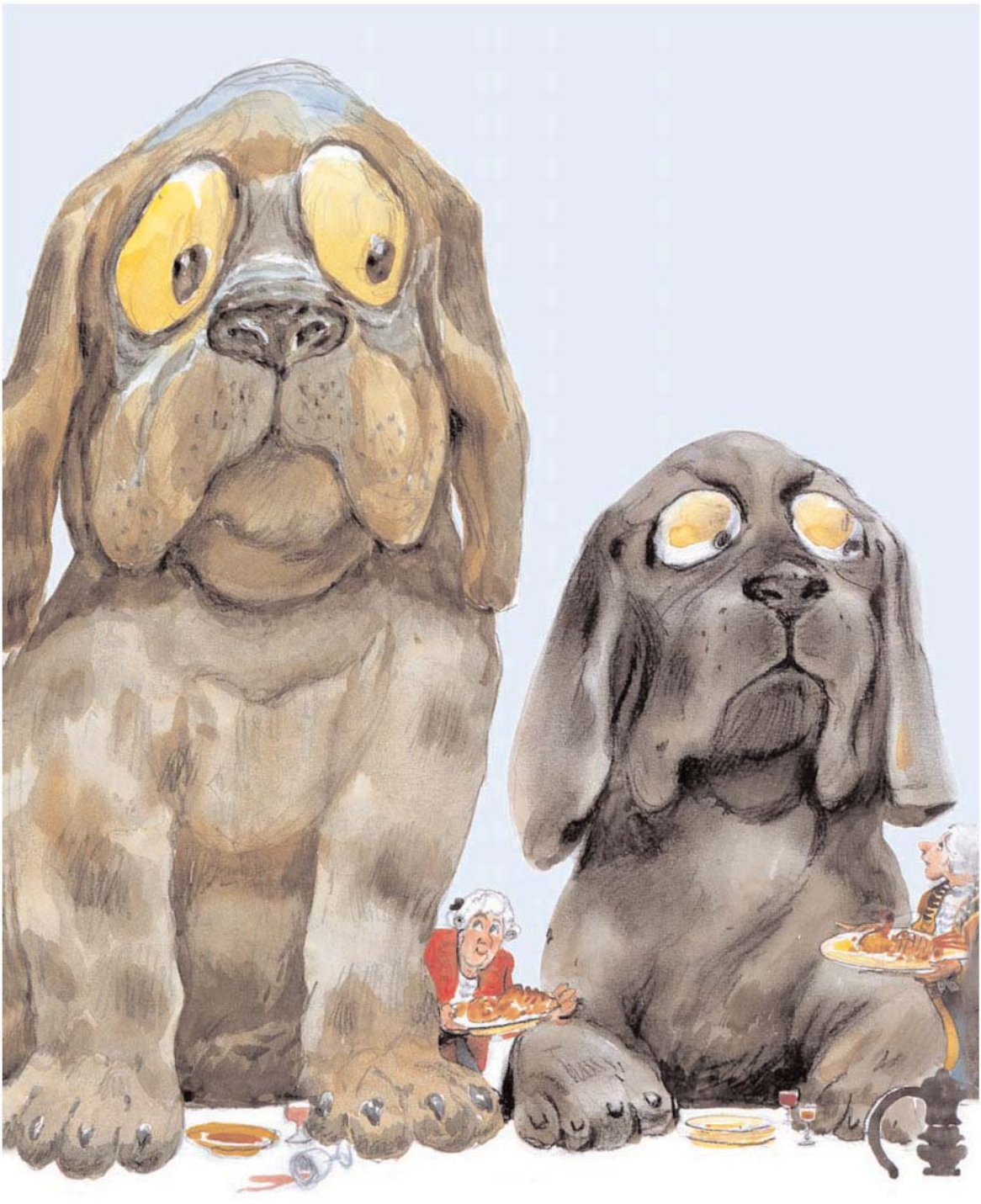

''یہاں ایک نشان ہے۔'' بادشاہ نے پہلے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''نہیں میرے پیارے میاں، یقیناً یہ نشان ہوگا۔'' ملکہ اس کے ساتھ والے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ اس دروازے پر بھی ویسا ہی نشان لگا ہوا تھا۔

''اور یہاں بھی ہے، اور وہاں بھی ایک نشان لگا ہوا ہے!'' اُن سب نے دیکھا کہ ہر طرف ہر گھر کے دروازے پر ویسا ہی نشان لگا ہوا تھا۔ تب انہوں نے سوچا کہ اب تلاش بے سود ہے اور وہ سب واپس چلے گئے۔

لیکن ملکہ بڑی عقلمند عورت تھی اور وہ صرف شاہی بگھی میں سواری کرنا ہی نہیں جانتی تھی بلکہ اور معاملات میں بھی سوجھ بوجھ رکھتی تھی۔ اُس نے سونے کی اپنی بڑی قینچی لی، ایک ریشمی کپڑے کو چکور کاٹا اور اس کی ایک خوبصورت چھوٹی سی تھیلی تیار کی، اور اُس میں آٹا بھر کر اُسے شہزادی کی گردن میں لٹکا دیا اور پھر تھیلی میں ایک چھوٹا سا سوراخ کر دیا۔ اب اسے یقین تھا کہ شہزادی جہاں جائے گی یہ آٹا راہ میں گرتا جائے گا اور یوں سراغ لگا لیا جائے گا۔

رات کو کتا آیا اور اس نے شہزادی کو اپنی کمر پر لادا اور پھر اسے لے کر سپاہی کے پاس جا پہنچا جو اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ اور جس کی خواہش تھی کہ کاش وہ ایک شہزادہ ہوتا تو شاید وہ اُس سے شادی کر سکتا۔

کتے نے یہ محسوس ہی نہ کیا کہ کس طرح آٹا تھیلی سے باہر، قلعے کی دیواروں سے لے کر سپاہی کے گھر تک راہ میں گرتا رہا تھا۔ یہاں تک کہ سپاہی کے کمرے کی کھڑکی تک دیواروں کے اوپر بھی جو کتے کو شہزادی کو اپنے اوپر لادے ہوئے پھلانگنی پڑی تھیں۔ لہٰذا صبح ہوتے ہی بادشاہ اور ملکہ نے باہر دیکھا کہ ان کی بیٹی کہاں گئی تھی۔ سپاہی کو گرفتار کر لیا گیا اور اسے جیل میں بند کر دیا۔

وہاں جیل کی کوٹھڑی میں بہت اندھیرا تھا اور اسے وہاں بیٹھنا بڑا بدمزہ اور ناموافق لگ رہا تھا۔ ''صبح تم پھانسی چڑھا دیئے جاؤ گے۔'' لوگوں نے اُس سے کہا۔ یہ کوئی اچھی خبر نہیں تھی۔ اس کے علاوہ، وہ اپنا ''سوختہ دان'' سرائے میں اپنے کمرے ہی میں بھول آیا تھا۔ صبح ہوئی تو اس نے کوٹھڑی کی چھوٹی سی کھڑکی میں لگی لوہے کی سلاخوں سے باہر دیکھا کہ لوگ بڑی تیزی سے شہر کے باہر جا رہے تھے تاکہ اسے میدان میں پھانسی پر لٹکتے دیکھ سکیں۔ اس نے ڈھول بجنے کی آوازیں سنیں اور دیکھا کہ سپاہی مارچ کر رہے تھے۔ اور ہر کوئی انہیں دیکھنے کے لیے بھاگ رہا تھا، اور ایک موچی لڑکا اپنا چمڑے کا اپرن اور سلیپر پہنے سرپٹ دوڑ رہا تھا کہ اس کا ایک سلیپر پاؤں سے نکل کر کوٹھڑی کی اس دیوار کے ساتھ، وہاں آن گرا جہاں اندر سپاہی بیٹھا، کھڑکی کی سلاخوں کے باہر دیکھ رہا تھا۔

''ہیلو، موچی کے لڑکے! تمھیں اتنی جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' سپاہی اس کی طرف چلایا۔ ''وہاں دیکھنے کو کچھ بھی نہیں ہوگا جب تک میں نہ پہنچوں گا؛ لیکن اگر تم اس گھر تک جہاں میں رہتا رہا ہوں بھاگتے ہوئے جاؤ اور وہاں سے میرا

''سوختہ دان'' مجھے لا دو تو تمھیں چار شیلنگ ملیں گے' لیکن تمھیں پاؤں سر پر رکھ کر بھاگنا ہوگا۔'' موچی لڑکے کو چار شیلنگ ملنے والی بات پسند آئی اس لئے وہ فوراً ہی بھاگم بھاگ وہاں پہنچا' ''سوختہ دان'' اٹھایا اور لا کر اسے سپاہی کے حوالے کر دیا۔

اور اب ہم دیکھیں گے کہ ہوا کیا!

شہر سے باہر پھانسی کا تختہ تھا اور اُس کے اردگرد چاروں طرف سپاہی کھڑے تھے اور سینکڑوں ہزاروں لوگ جمع تھے۔ ججوں اور پوری کابینہ کے ارکان کے سامنے دوسری طرف بادشاہ اور ملکہ عالیشان تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سپاہی پہلے ہی پھانسی کے تختے پر کھڑا ہو چکا تھا' لیکن جونہی وہ اُس کی گردن میں پھندا ڈالنے لگے وہ بولا: موت سے پہلے ہر مجرم کو اپنی آخری خواہش پیش کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اُس نے تمباکو کا ایک پائپ پینے کی خواہش کا اظہار کیا کیونکہ وہ زندگی میں اُس کا آخری پائپ ہونا تھا۔

بادشاہ اس التجا کو رد نہ کر سکا۔ اور سپاہی نے اپنا ''سوختہ دان'' لیا اور آگ جلائی' ایک' دو' تین .....اور پھر یکدم وہاں سب کتے آ گئے:- ایک وہ جس کی آنکھیں چائے کی پیالوں جتنی بڑی تھیں' دوسرا جس کی آنکھیں پن چکی کے پُڑوں جتنی تھیں اور تیسرا کتا جس کی آنکھیں گول مینار جتنی بڑی تھیں۔

''میری اب مدد کرو' تا کہ میں پھانسی کے پھندے سے بچ جاؤں۔'' سپاہی چلایا۔ اور کتوں نے فوراً ہی ججوں اور کابینہ کے ارکان کو جا لیا: اور ایک کو ٹانگوں سے تو دوسرے کو ناک سے جھپٹ لیا اور انہیں کئی فٹ اونچا ہوا میں اچھال دیا اور وہ نیچے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

''مجھے نہیں چھوا جائے گا!'' بادشاہ بولا۔ لیکن سب سے بڑے کتے نے اسے اور ملکہ' دونوں کو دبوچ لیا۔ اور انہیں دوسروں کے پیچھے پھینک دیا۔ تب سارے سپاہی اور سب لوگ بہت ڈر گئے اور چلائے ''اچھے سپاہی! تمھیں ہمارا بادشاہ ہونا چاہیئے اور تمھیں اس خوبصورت شہزادی کے ساتھ شادی کرنی چاہیے۔''

پھر لوگوں نے سپاہی کو بادشاہ کی بگھی میں بٹھایا' اور تینوں کتوں نے اس کے آگے آگے ناچتے ہوئے ''واہ! واہ!!'' کے نعرے لگائے۔ اور چھوٹے لڑکوں نے اپنی انگلیوں کو منہ میں رکھ کر سیٹیاں بجائیں۔ اور سپاہیوں نے سلامی دی۔ شہزادی قلعے سے باہر نکل آئی اور ملکہ بن گئی۔ جو اُس کے لیے بہت ہی خوش کن تھا۔ شادی کی تقریبات آٹھ دن جاری رہیں جن میں تینوں کتے خاص مہمانوں کے طور پر شامل تھے اور آنکھیں پھاڑے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

بُلبُل

آپ یقیناً جانتے ہی ہوں گے کہ چین کا شہنشاہ بھی چینی ہی ہے اور اس کے مصاحبوں میں بھی ہر ایک چینی ہے۔ یہ قصہ کئی سال پرانا ہے اور اس وجہ سے سننے کے قابل ہے کہ کہیں اسے بھلا نہ دیا جائے۔

شہنشاہ کا محل دنیا بھر میں ایک عجوبہ تھا۔ وہ سارے کا سارا چینی مٹی ہی سے بنایا گیا تھا اور اتنا قیمتی اور نازک تھا کہ بہت زیادہ احتیاط سے ہی چُھوا جا سکتا تھا۔ باغ میں نایاب ترین پھول کھلے ہوئے تھے اور اُن میں جو سب سے زیادہ پیارے تھے، اُن کے ساتھ چاندی کی ننھی مُنی گھنٹیاں بندھی بجتی رہتی تھیں تا کہ پاس سے گزرنے والا کوئی بھی ان پھولوں کو دیکھے بغیر نہ گزرے۔ اگرچہ باغبان بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ باغ کتنا وسیع و عریض ہے.....، جی ہاں.....، لیکن اس کے باوجود شہنشاہ کے باغ میں تمام چیزیں ایک خاص ترتیب سے بنائی گئی تھیں۔ اگر آپ چلتے جاتے.....، چلتے ہی جاتے تو آپ ایک خوبصورت جنگل میں پہنچ جاتے جس میں اُونچے اُونچے درخت اور گہری جھیلیں تھیں۔ جنگل گہرے نیلے سمندر تک پھیلا ہوا تھا.....، سمندر کے اتنا قریب کہ سارے بحری جہاز جنگل کے درختوں کی شاخوں کے نیچے سے گزر سکتے تھے جو سمندر کے اُوپر تک جھکی ہوئی تھیں۔ اُنہیں درختوں میں ایک بُلبُل رہتا تھا۔ اُس کا گانا اتنا دل موہ لینے والا تھا کہ بیچارہ مچھیرا جس کے پاس پٹانے کو اور بھی بہت سے جھنجھٹ ہوتے تھے، وہ بھی جب راتوں کو اپنے جال لگانے جاتا تو بُلبُل کا گانا سننے کو رُک جاتا۔

وہ کہتا، ''یہ کتنا پیارا ہے!'' مگر پھر اُسے اپنے کام یاد آ جاتے۔ اِس لئے وہ پرندے کا گانا بھول جاتا لیکن اگلی رات جب وہ ایک بار پھر گانا سنتا تو کہتا، ''واہ! یہ کتنا پیارا ہے!''

دنیا کے تمام شہروں سے سیاح شہنشاہ کے شہر آتے تھے۔ وہ شہر کی تعریف کرتے.....، شاہی محل اور باغ کی تعریف کرتے لیکن جب وہ بُلبُل کا گانا سُنتے تو کہتے، ''یہ سب سے زیادہ شاندار ہے!''

اور پھر وہ سیاح جب اپنے اپنے گھروں کو لَوٹتے تو اپنے سفر کی کہانیاں سُناتے.....، پھر پڑھے لکھے لوگوں نے شہر کے متعلق.....، شاہی محل کے بارے میں.....، اور شاہی باغ کے متعلق کتابیں لکھیں لیکن وہ سب بُلبُل کو نہیں بھولے۔ اُنہوں نے اُس کی سب سے زیادہ تعریف کی اور جو شاعر تھے اُنہوں نے اُس گہرے سمندر کے کنارے گھنے جنگل میں رہنے والے بُلبُل کے متعلق شاندار نظمیں لکھیں۔

یہ کتابیں دنیا بھر میں پہنچیں اور کچھ چین کے شہنشاہ کو بھی مِلیں۔ وہ اپنی سُنہری کرسی پر بیٹھا اپنے شہر.....، اپنے شاہی

محل اور باغ کے متعلق سنہری خاکوں کو پڑھتا اور خوشی سے اپنا سر دھنتا.....، ''لیکن بُلبُل سب سے زیادہ خوبصورت ہے!''
اب تو شہنشاہ نے لکھا ہوا بھی پڑھ لیا۔
''یہ کیا ہے؟'' شہنشاہ نے پوچھا۔ ''ہم کسی بُلبُل کو نہیں جانتے۔ ''کیا یہ ممکن ہے کہ ہماری اپنی سلطنت میں.....، ہمارے اپنے باغ میں ایسا کوئی پرندہ ہو اور اُس کا ہمیں ہی کوئی علم نہ ہو؟ اب اس طرح کی باتیں خود ہمیں کتابوں سے معلوم کرنی پڑیں گی!'' اِس پر شہنشاہ نے اپنے معتمدِ خاص کو بُلایا جو اتنا مغرور اور رعب و دبدبے والا تھا کہ جب نچلے درجے کا کوئی آدمی اُس سے بات کرنے کی جُرأت کرتا یا اُس سے کوئی سوال پوچھتا تو وہ جواب میں یہی کہہ دیتا، ''پی.....!'' جس کے معنی بالکل کچھ نہیں ہوتے۔
''سنا ہے یہاں کوئی بہت ہی حیران کن پرندہ ہے جسے بُلبُل کہتے ہیں!'' شہنشاہ نے کہا۔ ''کہتے ہیں کہ وہ ہماری سلطنت میں سب سے عمدہ شے ہے۔ ہمیں اس کے متعلق کیوں نہیں بتایا گیا؟''
''میں نے پہلے اس کا ذکر تو کبھی نہیں سُنا!'' معتمد نے کہا۔ ''اُسے شاہی دربار میں تو کبھی پیش نہیں کیا گیا!''
''ہم حکم دیتے ہیں کہ وہ آج شام ہمارے سامنے پیش ہو اور ہمیں گانا سُنائے!'' شہنشاہ نے کہا۔ ''ساری دنیا جانتی ہے کہ ہماری سلطنت میں کیا کیا چیز موجود ہے سوائے خود ہمارے!''
''میں نے اُس کے بارے میں پہلے کبھی نہیں سُنا!'' معتمد نے کہا۔ ''لیکن میں اُسے تلاش کروں گا۔ میں اُسے ڈھونڈ نکالوں گا!''
لیکن کہاں؟ معتمد اُوپر نیچے سیڑھیاں چڑھتا دوڑا.....، کمروں اور برآمدوں میں اِدھر اُدھر بھاگا پھرا لیکن کوئی ایسا آدمی نہ ملا جس کو بُلبُل کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔ اس پر معتمد شہنشاہ کے پاس واپس بھاگا اور کہا کہ یقیناً یہ کتابیں لکھنے والوں کی من گھڑت کہانی ہے۔
''شاید شہنشاہِ معظم کو اس بات کا علم ہوگا کہ جو کچھ کتابوں میں لکھا جاتا ہے اُس میں سے اتنا کچھ ایسا من گھڑت ہوتا ہے کہ اسے عرفِ عام میں کالا ادب بھی کہتے ہیں!''
''لیکن جو کتاب ہم نے پڑھی ہے وہ ہمیں جاپان کے عظیم شہنشاہ نے بھیجی تھی!'' شہنشاہ نے کہا۔ ''پس وہ جھوٹ کا پلندہ نہیں ہو سکتی.....، ہم اُس بُلبُل کا گانا ضرور سُنیں گے.....، ہم چاہتے ہیں کہ آج شام وہ یہاں ضرور حاضر ہو۔ اُسے ہماری زبردست شاہی حمایت حاصل ہے اور اگر وہ یہاں حاضر نہیں ہوا تو شام کے کھانے کے فوراً بعد تمام درباریوں کو پیٹ پر گھونسے مروائے جائیں گے!''
''چنگ پی.....!'' معتمد نے کہا اور سیڑھیوں کی طرف اندھا دھند بھاگا.....، کمروں اور برآمدوں میں.....، اور

آدھے درباری بھی اُس کے ساتھ دوڑے! کیونکہ کوئی بھی نہیں چاہتا تھا کہ شام کے کھانے کے فوراً بعد اُس کے پیٹ پر گھونسے پڑیں۔

اُس حیرت انگیز بُلبُل کے ٹھکانے کے بارے میں بہت پوچھ گچھ اور چھان بین ہوئی جو کہ پوری دنیا میں تو بہت زیادہ مشہور و معروف تھا لیکن دربار میں اُسے کوئی جانتا تک نہیں تھا۔ آخر کار اُنہیں ایک چھوٹی باورچن لڑکی ملی جس نے کہا، ''اچھا! بُلبُل؟ میں اُسے اچھی طرح جانتی ہوں.....، جی ہاں.....، وہ واقعی گا سکتا ہے۔ میں ہر شام میز سے بچا کھچا کھانا اپنی بیمار ماں کو پہنچانے کے لئے چھٹی لیتی ہوں۔ وہ سمندر کے کنارے پر رہتی ہے۔ واپسی پر جب میں تھک جاتی ہوں تو جنگل میں کچھ دیر آرام کرتی ہوں۔ وہیں میں بُلبُل کو گاتے سنتی ہوں۔ اُس کا گانا میری آنکھوں میں آنسو بھر لاتا ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میری ماں پیار سے مجھے چوم رہی ہو!''

''اے چھوٹی باورچن لڑکی!'' معتمد نے کہا۔ میں تمہیں زندگی بھر کے لئے بڑی باورچن لگوا دوں گا۔ یہاں تک کہ میں تمہیں شہنشاہ کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھنے کی اجازت بھی لے دوں گا.....، اگر تم ہمیں اُس بُلبُل تک لے چلو جسے آج شام شاہی دربار میں پیش ہونے کا حکم جاری ہوا ہے!''

پھر وہ چلے جنگل کی جانب.....، جہاں عموماً بُلبُل گانا گایا کرتا تھا۔ آدھے درباری بھی ساتھ گئے۔ جنگل کے رستے میں ایک گائے نے ڈکرانا شروع کر دیا۔

''اوہ.....!'' ایک درباری چلّایا۔ ''یہی ہے.....، یہی ہے!'' ایک چھوٹے سے پرندے کی کیسی زبردست آواز ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں نے اسے پہلے بھی گاتے ہوئے سُنا ہے!''

''نہیں.....، یہ تو گائے ڈکار لے رہی ہے!'' چھوٹی باورچن لڑکی نے کہا۔ ''ہمیں ابھی بہت دور جانا ہے!''

پھر ایک دلدل میں مینڈک ٹرّانے لگے۔

''واہ.....، شاندار!'' چینی دربار کے ایک آدمی نے کہا۔ ''اب میں اُسے سُن سکتا ہوں.....، بالکل گرجا گھر کی بجتی ہوئی گھنٹیوں کی طرح!''

''نہیں.....، یہ تو مینڈک ہیں!'' چھوٹی باورچن لڑکی نے کہا۔ ''لیکن میرا خیال ہے کہ ہم بُلبُل کی آواز جلد ہی سن لیں گے!''

پھر بُلبُل نے گانا شروع کیا۔

''یہی ہے.....!'' چھوٹی لڑکی نے کہا۔ ''.....، سنو.....، سنو! وہ وہاں شاخوں میں چھپ کر بیٹھا ہوا ہے!'' اُس نے بہت اُوپر شاخوں میں ایک مٹیالے رنگ کے چھوٹے سے پرندے کی طرف اشارہ کیا۔

''کیا ایسا ممکن ہے؟'' معتمد چلایا۔ ''میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اس طرح کا لگتا ہوگا.....، اتنا بھدا.....، لیکن شاید وہ اپنے اردگرد اتنے زیادہ اہم لوگ دیکھ کر پیلا پڑ گیا ہے!''

''ننھے بُلبُل!'' چھوٹی باورچن لڑکی نے اُسے پکارا۔ ''ہمارے مہربان شہنشاہِ معظم تمہارا گانا سننا چاہتے ہیں!''

''بہت خوشی سے!'' بُلبُل نے کہا اور گانا شروع کر دیا۔

''شیشے کی گھنٹیوں سے ملتی جُلتی آواز!'' معتمدِ خاص نے کہا۔ ''ذرا اُس کا چھوٹا سا نرخرہ تو دیکھو.....، کتنی تیزی سے پھڑک رہا ہے۔ میں حیران ہوں کہ ہم نے اسے پہلے کبھی نہیں سُنا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ شاہی دربار میں بہت نام کمائے گا!''

''میں شہنشاہِ معظم کے لئے دوبارہ گاؤں؟'' بُلبُل نے پوچھا۔ کیونکہ اُس نے سوچا کہ شہنشاہ وہیں موجود ہے۔

''میرے اچھے ننھے بُلبُل!'' معتمد نے کہا۔ ''مجھے یہ عزت بخشی گئی ہے کہ میں آج شام شاہی دربار کی تقریب میں تمہاری شرکت کی دیکھ بھال کروں جہاں تم شہنشاہِ معظم کو اپنے دلکش گانے سے محظوظ کرو گے!''

میرے گانے جنگل میں ہی زیادہ سریلے سنائی دیتے ہیں!'' بُلبُل نے کہا۔ لیکن جب اُس نے یہ سُنا کہ یہی شہنشاہِ معظم کی خواہش ہے تو وہ راضی خوشی اُن کے ساتھ ہولیا۔

موقع کی مناسبت سے شاہی محل کو خوب چمکایا گیا تھا۔ چینی ٹائلوں کی دیواریں اور فرش، سونے کے ہزاروں لیمپوں کی سنہری کرنوں میں چمک دمک رہے تھے۔

راہداریوں میں جھنجھناتی ہوئی گھنٹیوں والے پھول لائے گئے تھے اور وہاں آمد و رفت کی چہل پہل اتنی زیادہ تھی کہ گھنٹیوں کے بجنے سے کان پڑی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔

عظیم تختِ شاہی والے کمرے کے بالکل درمیان جہاں شہنشاہ بیٹھا تھا، بُلبُل کے بیٹھنے کے لئے سونے کی ایک خوبصورت چھڑی رکھی گئی تھی۔ پورا دربار حاضر تھا اور انہوں نے چھوٹی باورچن لڑکی کو بھی ایک دروازے کے پیچھے کھڑی ہونے کی اجازت دے دی تھی کیوں کہ اب اُسے ''شاہی باورچن'' کا خطاب دیا جا چکا تھا۔ سب نے اپنی بہترین پوشاکیں پہن رکھی تھیں اور سب کی نظریں اُس ننھے سے مٹیالے رنگ کے پرندے پر جمی تھیں جس کی طرف دیکھ کر شہنشاہ نے سر ہلا کر ہلکا سا اشارہ کیا۔

اور بُلبُل نے ایسا میٹھا اور سُریلا گانا گایا کہ شہنشاہ کی آنکھوں سے آنسو امڈ پڑے اور اُس کے گالوں پر بہنے لگے۔ پھر بُلبُل نے اور بھی پرسوز اور سُریلا گانا گایا جس نے شہنشاہ کا دل موم کر دیا۔ شہنشاہ اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے اپنا ذاتی سونے کا ہار بُلبُل کے گلے میں ڈالنا چاہا لیکن بُلبُل نے شکریے کے ساتھ انکار کر دیا۔ اُسے پہلے ہی بہت سے انعام و

اکرام سے نوازا جا چکا تھا۔

''میں نے شہنشاہِ معظم کی آنکھوں میں آنسو دیکھے ہیں،'' بلبل نے کہا'' کوئی انعام اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ شہنشاہ کے آنسوؤں میں حیران کن طاقت ہوتی ہے۔ بس خدا جانتا ہے کہ یہی میرا انعام ہے!'' اور پھر وہ شاندار انداز میں دوبارہ گانے لگا۔

'' یہ سب سے دلکش سُر ہے جو ہم نے کبھی سنی ہو!'' شاہی بیگمات نے کہا۔ اور انہوں نے اپنے منہ پانی سے بھر لئے تا کہ وہ غرارے کر سکیں۔ انہیں امید تھی کہ جب کوئی ان سے بات کرے گا تو وہ بھی شاید بلبل کے گلے کا مقابلہ کر سکیں گی۔ حتیٰ کہ نوکروں، چاکروں اور باندیوں نے بھی کہا کہ وہ بلبل کے گانے سے مطمئن ہیں۔ ان کا یہ کہنا بھی غنیمت تھا کیونکہ انہیں خوش کرنا سب سے زیادہ مشکل تھا۔ بلاشک وشبہ بلبل نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی تھی۔ اسے اب شاہی دربار میں ہی رہنا تھا جہاں اس کا اپنا ایک پنجرہ تھا۔ اسے دن میں دو دفعہ اور رات میں ایک دفعہ باہر جانے کی اجازت تھی۔ بارہ چوبدار اس کی نگرانی کرتے۔ اُن میں سے ہر ایک بلبل کی ٹانگ سے بندھی ریشمی ڈوری کو مضبوطی سے پکڑے رکھتا۔ اس طرح باہر جانے میں اب کیا مزہ رہ گیا تھا۔

سارا شہر اس حیرت انگیز پرندے کے متعلق باتیں کر رہا تھا.....، اور اگر کہیں دو آدمی ملتے تو ابھی پہلا بمشکل،''بُل.....،'' ہی کہہ پاتا تھا کہ دوسرا بولتا،''بُل!'' اور پھر وہ حیرت میں ایک سرد آہ بھرتے اور اُنہیں لفظ بولنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ یہاں تک کہ'' ہُدہُد'' کے گیارہ بچوں کے نام بھی ''بُلبُل'' رکھے گئے لیکن وہ سب کے سب بے سرے نکلے۔

ایک دن شہنشاہ کو ایک بڑا ڈبہ ملا جس کے اوپر'' بلبل'' لکھا ہوا تھا۔

'' یہ یقیناً ہمارے مشہور و معروف پرندے کے متعلق ہی کوئی نئی کتاب ہوگی!'' اُس نے کہا۔ لیکن یہ کتاب نہیں تھی۔ ڈبے میں فن کا ایک نادر نمونہ تھا.....، ایک مصنوعی بُلبُل' بالکل اصل بُلبُل کی طرح.....! مگر اُس میں ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ جب اُسے چابی دی جاتی تو یہ مصنوعی پرندہ اصل بُلبُل کے گانوں میں سے ایک گانا اپنی سونے اور چاندی کی چمکتی دمکتی دُم ہلا ہلا کر گا سکتا تھا۔ اُس کی گردن کے گرد ایک رِبن لٹک رہا تھا، جس پر لکھا تھا،'' شہنشاہِ چین کے بُلبُل کے سامنے شہنشاہِ جاپان کا حقیر بُلبُل'!

'' کیا یہ اچھی بات نہیں!'' ہر کسی نے کہا اور جو شخص وہ مصنوعی بُلبُل لایا تھا اُسے فوری طور پر'' بُلبُل پکڑنے والے شاہی شکاریوں کا سردار'' بنا دیا گیا۔

'' اب اُنہیں اکٹھے مل کر گانا گانا ہوگا.....، آہا.....، کیا شاندار'' دوگانا'' ہوگا!'' درباریوں نے کہا۔

پس اُنہیں اکٹھے مل کر گانا پڑا.....،لیکن نتیجہ کچھ اچھا نہ نکلا کیونکہ اصلی بُلبُل نے وہی کچھ گایا جو اُس کے ذہن میں آیا جبکہ مصنوعی پرندہ ایک ہی رٹا رٹایا گانا گاتا رہا۔

''یہ نئے آنے والے کی غلطی نہیں ہے!'' موسیقار نے کہا۔ ''وہ مکمل اور پورے سُر میں گاتا ہے.....،بالکل اس طرح جیسے میں نے اُسے سکھایا ہے!''

پھر اُنہوں نے مصنوعی پرندے کو اکیلے گانے دیا۔اُسے بھی اصلی بُلبُل کی طرح بہت کامیابی ملی۔ اُس کے ساتھ ساتھ وہ دیکھنے میں بھی زیادہ خوبصورت تھا.....،چمکتے دمکتے زیورات سے سجا ہوا! تینتیس بار اُس نے بغیر تھکے وہی ایک گانا گایا۔ درباری پھر اسی گانے کی فرمائش کرنے والے تھے لیکن شہنشاہ نے کہا کہ اب اصلی بُلبُل کو بھی باری ملنی چاہیے۔لیکن وہ تھا کہاں؟ کسی نے اُسے کھلی ہوئی کھڑکی سے اُڑ کر واپس سرسبز جنگل میں اپنے گھر کی طرف جاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

''لیکن اُس نے ایسا کس وجہ سے کیا؟'' شہنشاہ نے کہا۔

تمام درباری بُلبُل کو لعن طعن کرتے ہوئے اُسے سب سے زیادہ ناشکرا کہہ رہے تھے۔

''خوش قسمتی سے ہمارے پاس سب سے اچھا پرندہ ہے!'' اُنہوں نے کہا اور مصنوعی پرندے سے ایک بار پھر گانے کو کہا۔

یہ چونتیسویں بار تھا کہ اُنہوں نے وہی طرز سُنی لیکن ابھی وہ اُنہیں اچھی طرح زبانی یاد نہیں ہوئی تھی کیونکہ اُس میں کافی مشکل سُر تھے.....،موسیقار نے مصنوعی پرندے کی بے حد تعریف کی.....،''جی ہاں.....! اُس نے کہا کہ مصنوعی بُلبُل اصلی بُلبُل سے کہیں زیادہ بہتر تھا.....،''نہ صرف اپنے پہناوے اور بہت سے خوبصورت ہیرے جواہرات کی وجہ سے بلکہ اپنے اندر کے میکانکی نظام کی وجہ سے بھی!''

''خواتین وحضرات.....،اور سب سے بڑھ کہ شہنشاہِ معظم! دیکھیے.....،اصلی بُلبُل کے متعلق تو ایک غیر یقینی کی سی حالت رہتی ہے۔لیکن اس مصنوعی پرندے سے ہر بات ایک ترتیب سے انجام پاتی ہے۔کچھ خطرہ نہیں کہ کیا ہو۔میں اس کی وضاحت کر سکتا ہوں اور ہر پرزہ الگ الگ کر کے انسانی سوچ کا اعلیٰ نمونہ پیش کر سکتا ہوں اور دِکھا سکتا ہوں کہ میکانکی گراریوں کی کیا ترتیب ہے.....،وہ کس طرح گھومتی ہیں اور کس طرح ایک دوسری کا پیچھا کرتی ہیں!''

''بالکل یہی ہمارے جذبات ہیں،''ان سب نے کہا اور پھر موسیقار کو حکم دیا گیا کہ مصنوعی پرندہ اگلے اتوار عوام کے لئے موسیقی کی ایک محفل میں گانا گائے۔شہنشاہ نے کہا کہ اس کے عوام کو بھی گانا سننا چاہیے.....،اور سنا انہوں نے خوب! اتنی خوشی اور مزے سے کہ جیسے سب کے سب چینی فیشن میں صرف چائے پی کر ہی دُھت ہو گئے ہوں۔ہر کسی نے

''اوہ.....،'' کہا اور اپنی انگلی اوپر اٹھالی ''جسے ہم تھالی پٹ کہتے ہیں'' اور سر دُھننے لگا۔ لیکن غریب مچھیرا جس نے اصلی بُلبُل کا گانا سنا ہوا تھا، وہ بولا، ''یہ بہت خوبصورت ہے، اصل شے کے بالکل قریب.....، لیکن مکمل طور پر نہیں! مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ اس میں کسی چیز کی کمی ہے!''

اصلی بُلبُل کو دیس نکالا دے دیا گیا۔ اس کی جگہ شہنشاہ کے بستر کے سرہانے مصنوعی پرندہ ایک گدی پر بیٹھ گیا۔ اس کے سارے سونے اور ہیرے جواہرات کے تحفے اس کے آس پاس پڑے تھے اور اسے ''شہنشاہ کو سلانے والا عظیم شاہی گلوکار'' کا خطاب دے دیا گیا۔ رُتبے کے اعتبار سے وہ بائیں طرف سے پہلے درجہ پر تھا کیوں کہ شہنشاہ بائیں طرف کو دل کی وجہ سے بہت اہمیت دیتا تھا۔ یعنی کہ ایک شہنشاہ کا دل بھی بائیں طرف ہی ہوتا ہے!

موسیقار نے مصنوعی پرندے کے متعلق پچیس جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی۔ وہ بہت علمی اور ضخیم کتاب تھی جو بہت مشکل چینی لفظوں سے بھری پڑی تھی۔ پھر بھی سب نے کہا کہ انہوں نے وہ کتاب پڑھی ہے اور سمجھ بھی لی ہے تاکہ وہ احمق نہ سمجھے جائیں اور اپنے پیٹوں پر گھونسے کھانے سے بچ جائیں۔

ایک سال کے عرصہ بعد شہنشاہ، اس کا پورا دربار اور دوسرے تمام چینیوں کو اس مصنوعی گانے کا لفظ لفظ یاد ہو گیا۔ اور اسی وجہ سے وہ اسے اور بھی پسند کرنے لگے تھے' کیونکہ اب وہ سب اسے خود گا سکتے تھے.....، اور وہ گاتے بھی .....! گلیوں میں لڑکے بھالے بھی گاتے پھرتے، ''ذی ذی ذی.....، کلک.....، کلک.....، کلک.....، کلک،'' اور شہنشاہ بھی اسے گاتا پھرتا! وہ گانا بہت ہی ہر دلعزیز ہو گیا۔

لیکن ایک رات جب مصنوعی پرندہ شہنشاہ کے بستر کے سرہانے اپنا بہترین گانا گا رہا تھا تو اس کے اندر کوئی چیز اٹک کر ٹوٹ گئی۔ کھڑڑڑڑڑڑ.....، ساری گراریاں کھل گئیں اور موسیقی بند ہو گئی۔ شہنشاہ کود کر بستر سے باہر نکلا اور اپنے شاہی طبیب کو بلا بھیجا۔ لیکن شاہی طبیب بھلا کیا کر سکتا تھا۔ پھر شہنشاہ نے گھڑی ساز کو طلب کیا۔ جس نے حکم کی تعمیل کی اور چھان بین کر کے پرندے کو ایک خاص انداز میں جوڑ جاڑ دیا۔ لیکن گھڑی ساز نے کہا کہ پرندے کو زیادہ تھکایا نہ جائے کیوں کہ گراریوں کے دندے بہت بری طرح سے گھس چکے تھے اور اگر انہیں تبدیل کیا گیا تو اس سے گانے کی طرز اور سر خراب ہو جائے گی۔ یہ بہت برا ہوا تھا۔ سال بھر میں صرف ایک بار وہ پرندے سے گانا سن سکتے تھے اور وہ بھی اُس کے لئے بہت زیادہ تھا۔ لیکن موسیقار نے بہت ہی مشکل چینی لفظوں سے بھری تقریر دے ماری جس کے معنی یہ تھے کی پرندہ اتنا ہی ٹھیک ہے جتنا کہ تھا۔ گویا اس کے کہنے سے ہی پرندہ اتنا ٹھیک ہو گیا جتنا کہ ہو سکتا تھا۔

پانچ سال گزر گئے اور پورے ملک کو غم نے آ گھیرا۔ چینی اپنے شہنشاہ سے پیار کرتے تھے اور اب شہنشاہ بیمار ہو گیا تھا۔ کہا گیا کہ وہ اتنا بیمار ہے کہ موت کے قریب ہے۔ جلدی میں ایک نیا شہنشاہ منتخب کیا گیا۔ لوگ شاہی محل والی

سڑک پر جمع تھے۔ اور معتمدِ خاص سے شہنشاہ کی حالت کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ ''پی!'' اس نے کہا اور اپنا سر جھٹک دیا۔

شہنشاہ اپنے شاندار شاہی بستر پر ٹھنڈا پیلا پڑا ہوا تھا۔ تمام درباریوں نے سوچا کہ وہ مر گیا ہے اور نئے شہنشاہ کو کورنش بجالانے چل دیئے۔ نوکر چاکر انواہوں کا اول بدل کرنے چلے گئے اور باندیوں نے کافی کی دعوت اڑانی شروع کر دی کیونکہ یہ موقع ہی ایسا تھا۔ کمروں اور راہدریوں کے فرشوں پر دبیز چٹائیاں بچھا دی گئیں تھیں تا کہ قدموں کی چاپ کو دبایا جاسکے۔ شاہی محل میں خاموشی تھی.....، موت کی خاموشی! لیکن شہنشاہ اَبھی مرا نہیں تھا۔

وہ پیلا پڑا ہوا اپنے عظیم شاہی بستر میں مخواب کے دبیز پردوں.....، جن پر بھاری بھرکم سنہری جھالریں لٹک رہی تھیں، کے ساتھ اکڑا ہوا لیٹا تھا۔ سب سے اوپر والی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور چاند کی کرنیں شہنشاہ اور مصنوعی بلبل پر پڑ رہی تھیں۔ بیچارہ شہنشاہ سانس بھی مشکل سے لے رہا تھا۔ یہ ایسے تھا جیسے کوئی بھاری شے اُس کی چھاتی پر بیٹھی ہوئی ہو۔ آنکھیں کھولتے ہوئے شہنشاہ نے دیکھا کہ موت وہاں اُس کا تاج پہنے.....، اُس کی سونے کی تلوار پکڑے.....، اور اُس کا ریشم کا پرچم تھامے بیٹھی تھی۔ شاندار مخواب کے دبیز پردوں کی تہوں میں شہنشاہ کو کچھ عجیب سے مانوس چہرے نظر آئے۔ کچھ نہایت خوفناک اور کچھ مہربان اور شفیق! دراصل وہ شہنشاہ کے اعمال تھے.....، اچھے اور بُرے اعمال! جواب اُس کی طرف واپس آ گئے تھے جب موت اُس کے دل پر بیٹھی ہوئی تھی۔

''کیا تمہیں یاد نہیں؟'' اُن چہروں نے یکے بعد دیگرے سرگوشی کی۔ ''کیا تمہیں یاد نہیں؟'' اور اُنہوں نے شہنشاہ کو وہ باتیں یاد دلائیں جنہیں سُن کر اُس کی پیشانی ٹھنڈے پسینے سے تر ہو گئی۔

''نہیں.....، ہم کچھ یاد نہیں کریں گے!'' شہنشاہ نے کہا۔

موسیقی.....، موسیقی شروع کرو.....، چین کا عظیم ڈھول بجاؤ.....، تا کہ ہم اِن چہروں کی بات نہ سُن سکیں!'' لیکن اُن چہروں نے سرگوشیاں جاری رکھیں اور موت ہر ہر لفظ پر بالکل چینی فیشن میں سر ہلاتی رہی۔

''موسیقی.....، موسیقی شروع کرو!'' شہنشاہ پکارا۔

''گاؤ.....، ہمارے نادر ننھے سُنہری پرندے.....، گاؤ!'' ہم نے تمہیں سونا چاندی اور نایاب تحفے دیئے.....، ہم نے اپنا سونے کا سنہری ہار تمہارے گلے میں ڈالا' گاؤ' .....، گاؤ.....، ہم تمہاری منّت کرتے ہیں.....، گاؤ!''

لیکن پرندہ بالکل خاموش رہا۔ اُسے تو اب چابی دینے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ اور اُسے گانے کے لئے تیار کرنے والا کوئی تھا ہی نہیں۔ موت اُس کی بڑی بڑی خالی آنکھوں میں گھور رہی تھی۔ مکمل خاموشی تھی.....، موت کی خاموشی! اچانک کھڑکی میں سے گانے کی آواز آئی۔ یہ زندہ ننھا بُلبُل تھا جو باہر ایک شاخ پر بیٹھا تھا۔ اُس نے شہنشاہ کی بُری

حالت کے متعلق خبر سُن لی تھی اور وہ اُسے آرام اور امید دلانے کے لئے گانا سُنانے آیا تھا۔ جونہی وہ گاتا گیا، وہ خوفناک سائے پیلے پڑتے گئے.....، اور زیادہ پیلے پڑتے گئے اور شہنشاہ کے نحیف ونزار جسم میں خون کی گردش تیز سے تیز تر ہوتی گئی' یہاں تک کہ موت نے بھی گانے پر اپنے کان لگا دیئے اور کہنے لگی،'' گاتے رہو.....، گاتے رہو ننھے بُلبُل.....، گاتے رہو!''

'' لیکن!'' ننھے بُلبُل نے موت سے کہا۔ '' کیا تم وہ تلوار.....، وہ پرچم.....، اور شہنشاہ کا وہ تاج واپس دے دو گی؟'' اور موت نے اس ایک گانے کے بدلے وہ سب قیمتی چیزیں واپس لوٹا دیں۔ بُلبُل گاتا رہا۔ اس نے قبرستان کے متعلق گایا جس میں سفید گلاب اُگے ہوئے ہوں.....، جہاں بڑے بڑے پھول ہوا کو میٹھی اور خوشبودار بناتے ہیں.....، اور جہاں گھاس ہمیشہ سرسبز رہتی ہے اور مرنیوالوں کے پسماندگان کے آنسوؤں سے تر بتر رہتی ہے۔ تب موت کو قبرستان کے باغیچے کی یاد ستانے لگی اور وہ ٹھنڈی یخ بستہ دھند کی طرح کھڑکی سے باہر نکل گئی۔

'' تمہارا شکریہ.....، شکریہ!'' شہنشاہ نے کہا۔ '' ننھے بہشتی پرندے.....، ہم تمھیں بہت دیر پہلے سے جانتے ہیں.....، ہم نے تمہیں ایک بار دیس نکالا دیا تھا.....، پھر بھی تم نے اپنے گانے سے اُن بھیانک چہروں کو ہمارے بستر سے اور موت کو ہمارے دل سے دور بھگا دیا۔ ہم تمہیں اس کی قیمت کس طرح چکائیں؟''

'' آپ پہلے ہی مجھے انعام سے نواز چکے ہیں!'' بُلبُل نے کہا۔'' جب پہلی بار میں نے آپ کے لئے گانا گایا تھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ ایک گلوکار کے دل کے لئے وہ آنسو کسی بھی قیمتی پتھر سے زیادہ بیش بہا ہوتے ہیں۔ لیکن اب آپ سو جائیں.....، اور پھر سے تازہ دم اور طاقت ور ہو جائیں جبکہ میں گانا گاتا ہوں!'' اور وہ گاتا رہا حتیٰ کہ شہنشاہ لمبی میٹھی' پرسکون، آرام دہ نیند میں چلا گیا۔

جب شہنشاہ تازہ دم اور بخیریت جاگا تو سورج اُس کی کھڑکی میں چمک رہا تھا۔ اُس کے نوکروں چاکروں میں سے ایک بھی اس کے پاس نہ لوٹا تھا کیونکہ وہ تو سمجھے تھے کہ شہنشاہ مر چکا ہے.....، لیکن بُلبُل اب تک گا رہا تھا۔

'' تمہیں ہمیشہ ہمارے پاس رہنا ہوگا!'' شہنشاہ نے کہا۔ '' صرف جب تمہارا جی چاہے، تم گانا.....، ہم مصنوعی پرندے کے ہزاروں ٹکڑے کر دیں گے!''

'' نہیں!'' بُلبُل نے کہا۔ '' اس نے وہ سب کچھ کیا جو وہ کر سکتا تھا آپ اسے اپنے پاس رکھیں۔ میں یہاں اپنا گھونسلہ نہیں بنا سکتا.....، نہ ہی محل میں رہ سکتا ہوں۔ آپ بس مجھے میری مرضی کے مطابق آنے جانے دیا کریں۔ پھر میں آپ کی کھڑکی کے باہر شاخ پر بیٹھ کر آپ کے لئے ایسے ایسے گیت گاؤں گا جو آپ کو خوش بھی کریں گے اور آپ سے غور وفکر بھی کروائیں گے۔ میں ان کے متعلق گاؤں گا جو خوش وخرم ہیں اور ان کے متعلق بھی جو غمگین

ہیں.....، میرے گیت آپ کو ان سب اچھی اور بری باتوں کے متعلق بتایا کریں گے جو آپ نہیں دیکھ سکتے۔ ایک ننھا گانے والا پرندہ دور دراز اڑتا پھرتا ہے.....، مچھیرے کی جھونپڑی تک.....، کسان کے گھر تک.....، آپ سے اور آپ کے دربار سے بہت دور.....، بہت سی دوسری جگہوں تک! میں آپ کے تاج کی نسبت آپ کے دل سے زیادہ پیار کرتا ہوں حالانکہ تاج پر بھی بہت سی رحمتیں ہیں۔ میں آتا رہوں گا اور آپ کے لئے گاتا رہوں گا اگر آپ مجھ سے ایک بات کا وعدہ کریں!''

''ہمارے پاس جو کچھ ہے تمہارا ہے!'' شہنشاہ بولا' جو اپنی شاہی خلعت پہنے کھڑا تھا جو اس نے خود ہی پہنی تھی .....، اس نے اپنی سونے کی تلوار اپنے دل کے قریب تھام رکھی تھی۔

''صرف ایک بات!'' بلبل نے درخواست کی،'' آپ کسی کو بھی نہیں بتائیں گے کہ آپ کے پاس ایک ننھا پرندہ ہے جو آپ کو ہر بات بتاتا ہے۔ یہ راز آپ کے لیے بہت فائدہ مند ہوگا!'' یہ کہہ کر بلبل دور اُڑ گیا۔

نوکر چاکر اپنے مردہ شہنشاہ کو دیکھنے کے لئے آئے.....، اور ابھی وہ اندر داخل ہی ہوئے تھے کہ شہنشاہ نے کہا'

''.....صبح بخیر!''

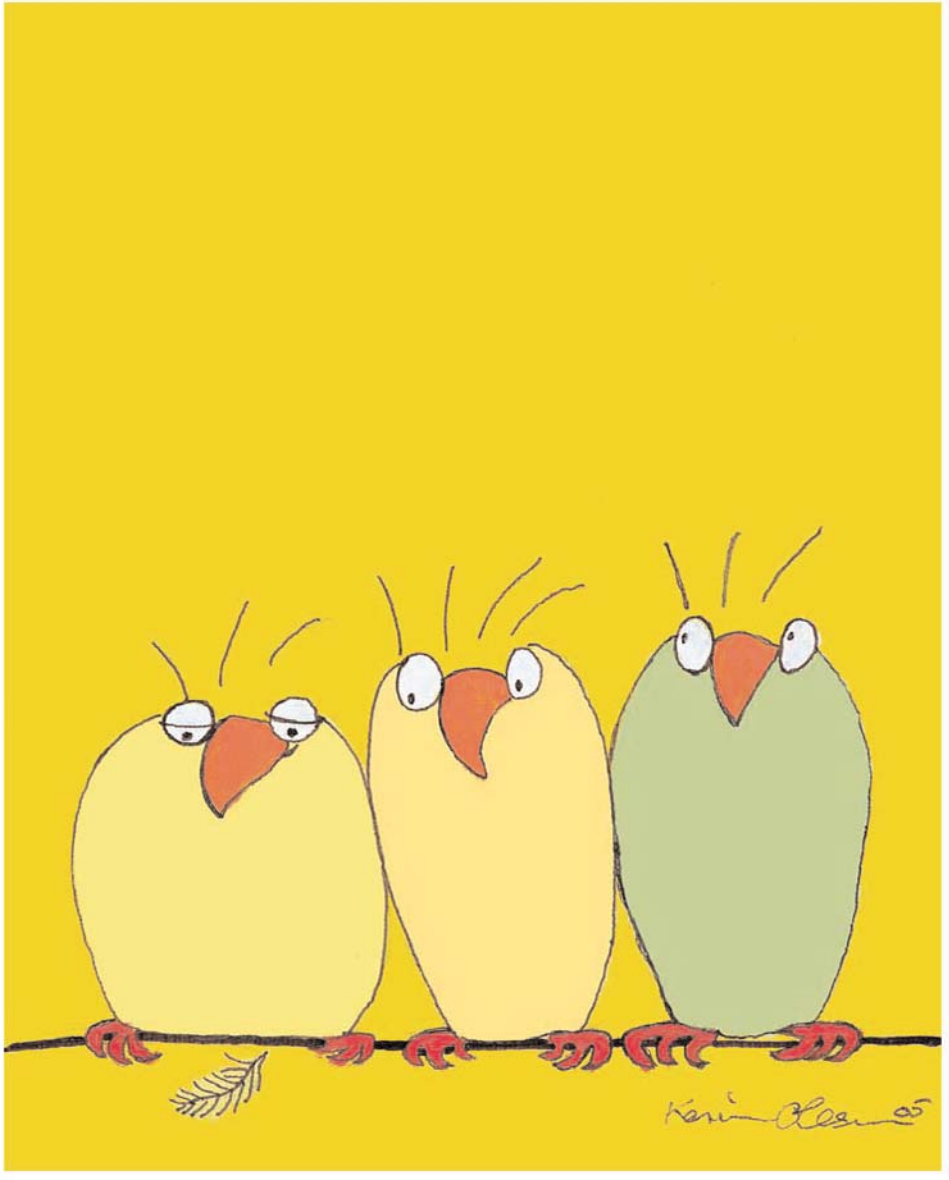

یہ بالکل سچ ہے!

''یہ ایک خوفناک کہانی ہے!'' ایک مرغی نے کہا' اور اُس نے یہ شہر کے اُس حصے میں کہا جہاں یہ کہانی ابھی رونما ہی نہیں ہوئی تھی۔ ''کسی مرغی خانے میں رونما ہونے والی یہ ایک خوفناک کہانی ہے۔ اور آج رات میں اکیلی سونے کی ہمت نہیں رکھتی: یہ ایک اچھی بات ہے کہ چتوارس پرہم میں سے کئی ایک ساتھ اکٹھی ہیں!'' اور پھر اُس نے ایک کہانی سنائی جس سے دوسری مرغیوں کے پر کھڑے ہو گئے' اور مرغے کی کلغی گر گئی۔ یہ بالکل سچ ہے!

لیکن ہم اس کا آغاز شروع سے کریں گے اور بتائیں گے کہ شہر کے دوسرے سرے پر مرغی خانے میں کیا ہوا تھا۔

سورج نیچے ڈھلا' اور مرغیاں اوپر اُڑیں۔ اُن میں سے ایک سفید پروں اور چھوٹی ٹانگوں والی مرغی تھی' جو دستور کے مطابق اپنے انڈے دیتی تھی' اور جو ہر لحاظ سے ایک معزز مرغی تھی۔ جونہی وہ چتوارس پر آ کر بیٹھی اُس نے اپنی چونچ سے اپنے آپ کو کھجلایا تو ایک چھوٹا سا پر اُکھڑ کر باہر گر پڑا۔

''یہ تو گیا۔'' وہ بولی۔ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ جتنا میں کھجلاؤں گی' اتنی ہی خوبصورت ہو جاؤں گی۔'' لیکن اُس نے یہ سب کچھ محض مذاق میں کہا تھا۔ کیونکہ وہ دوسری مرغیوں میں ایک زندہ دل' خوش گپیاں کرنے والی سمجھی جاتی تھی۔ اور جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں' وہ بہت معزز مرغی تھی۔ اور اب وہ سو گئی تھی۔

ہر طرف اندھیرا تھا' اور مرغیاں ایک دوسری کے بہت قریب ساتھ ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں لیکن وہ مرغی جو سفید مرغی کے قریب بیٹھی تھی' وہ سو نہیں رہی تھی: اُس نے یوں سنی اَن سنی کر دی' جیسا کہ دنیا میں پرسکون زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ لیکن وہ یہ بات اپنی قریبی پڑوسن کو بتانے سے خود کو روک نہ پائی۔

''کیا تم نے سنا جو کہا گیا؟ ---- یہاں ایک مرغی ہے جو اپنے سارے پر اس لئے اکھاڑ باہر پھینکنا چاہتی ہے تا کہ وہ اچھی دکھائی دے سکے۔ اگر میں ایک مرغا ہوتی تو میں اُسے کسی خاطر میں نہ لاتی۔''

مرغیوں کے اوپر ایک الّو ماں ایک الّو باپ اپنے چھوٹے الّو بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ اس خاندان کے کان بڑے تیز تھے' اور انہوں نے وہ ہر لفظ سنا جو اُن کی پڑوسن مرغی نے بولا تھا۔ اُن سب نے اپنی آنکھوں کو گھمایا' اور الّو ماں نے اپنے پر پھڑ پھڑائے اور بولی: ''اسے مت سنو!' لیکن میرا خیال ہے کہ جو کچھ کہا گیا وہ تو تم سب نے سن ہی لیا ہوگا۔ میں نے اسے خود اپنے کانوں سے سنا' اور میرے کان ابھی بہت کچھ سننے کی سکت رکھتے ہیں۔ مرغیوں میں سے ایک بالکل ہی بھول گئی ہے کہ کسی مرغی کا چال چلن کیسا ہونا چاہیے' وہ بیٹھی اپنے سب پر کھینچ کھینچ کر باہر نکال رہی تھی اور مرغا اسے دیکھ رہا تھا۔''

”دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔“ الّو باپ نے کہا۔”بچوں کو ایسی بات نہیں سننی چاہیے۔“

”مجھے پڑوس میں الّو کو تو لازماً یہ بتانا چاہیے۔“ الّو ماں نے کہا۔وہ ایک بہت عزت دار الّو ہے۔“اور پھر الّو ماں اُڑ گئی۔

”ہُو و — وہُو و! ہُو و — وہُو و!“ ان دونوں نے سڑک کے پار ایک کابک پر کبوتروں سے اس کا اظہار کیا۔

”کیا تم نے یہ سنا؟ کیا تم نے یہ سنا؟ ہُو و— ہُو و و!— وہاں ایک مرغی ہے جس نے محض مرغے کو خوش کرنے کے لیے اپنے پر کھینچ کر باہر اتار دیے ہیں۔اب وہ سردی سے مر رہی ہوگی؛ اگر وہ ابھی تک مری نہیں تو۔ہُو و — وہُو و!“

”کہاں؟ کہاں؟“ کبوتر گنگنائے۔

”وہاں، راہ کے پار احاطے میں۔یہ بالکل ایسے ہے جیسے میں نے خود دیکھا ہے۔کم و بیش یہ ایسی کہانی نہیں کہ بتائی جائے، لیکن یہ بالکل سچ ہے!“

”سچ، سچ، ہر ایک لفظ سچ!“ کبوتروں نے کہا۔اور نیچے اپنے احاطے میں جا کر غٹرغوں غٹرغوں کرنے لگے۔”وہاں ایک مرغی ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ دو مرغیاں ہیں جنھوں نے اپنے تمام پر اُکھاڑ ڈالے ہیں تا کہ وہ دوسری مرغیوں سے مختلف دکھائی دیں اور مرغے کو اپنی جانب متوجہ کر سکیں۔“

”جاگو! جاگو!“ مرغے نے آواز لگائی ”ککڑوں کُوں!“ وہ خود ابھی تک آدھی نیند میں تھا۔لیکن اُس نے وہی آواز

لگائی۔ ''ایک مرغے کی خاطر' تین شکستہ دل مرغیاں ناکام محبت کی وجہ سے مرگئی ہیں' اورانہوں نے اپنے سب پر بھی اکھاڑ دیئے ہیں! یہ ایک خوفناک کہانی ہے' لیکن میں اِسے اپنے آپ تک نہیں رکھوں گا۔ ہر جگہ بتاؤں گا!''

اور پھر یہ کہانی ایک گھر سے دوسرے گھر سفر کرتی' چکر لگاتی' بالآخر اُسی جگہ پر واپس پہنچی جہاں سے وہ اصل میں شروع ہوئی تھی۔

''وہاں پانچ مرغیاں ہیں۔'' اب کہانی کچھ یوں آگے چلی۔ ''اُن سب نے اپنے اپنے پَر اُکھاڑ دیئے ہیں تاکہ وہ یہ دکھا سکیں کہ اُن میں سے کس نے اپنے مرغے کے لیے ناکام محبت میں دوسریوں کے مقابلے میں کتنا زیادہ وزن کھو دیا ہے۔ اور پھر وہ ایک دوسری کو چونچوں سے یہاں تک ٹھونگیں مارتی رہیں کہ خون وخون ہوگئیں اور مرگئیں۔ یہ ان کے خاندان کے لیے شرم اور بے عزتی ہے۔ اور اُن کے مالک کے لیے ایک بڑا نقصان!''

اور وہ مرغی جس نے اپنا ایک چھوٹا سا ہلا ہوا پَر کھو دیا تھا' وہ قدرتی طور پر اپنی کہانی نہ پہچان سکی: اور جیسی کہ وہ ایک عزت دار مرغی تھی' وہ بولی ''میں ایسی مرغیوں سے نفرت کرتی ہوں' لیکن اس طرح کی ہیں بہت! ایسی کہانیوں پر خاموش نہیں رہنا چاہیے' اور میں اپنی پوری کوشش کروں گی یہ کہانی اخبارات میں آئے۔ تب یہ پورے ملک میں جانی جائے گی: اور یہ اُن مرغیوں کے لیے ایک سبق ہوگی اور اُن کے خاندانوں کے لیے بھی۔'' اور پھر یہ کہانی اخبارات تک گئی اور یہ شائع ہوئی۔ اور یہ بالکل سچ ہے کہ ایک چھوٹا سا پَر' پانچ مرغیوں میں بدل سکتا ہے۔

ISBN 87-7023-578-3